ماہنامہ

# تحقیقاتِ اسلامی

URDU MONTHLY MAGAZINE

September 2025

مُدیرِمسئول

مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

مُدیرتحریر

مولانا محمد صغیر قاسمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انجمن دعوت الی الحق کیرانہ ضلع شاملی کا

علمی، دینی، تحقیقی و اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

# تحقیقاتِ اسلامی

جلد (۱۳) ربیع الاوّل: ۱۴۴۷ھ، مطابق ستمبر ۲۰۲۵ء شمارہ (۳)


مدیر مسئول

حضرت مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

بانی ومہتمم جامعۃ السعادۃ کیرانہ وصدر انجمن دعوت الی الحق

مدیر تحریر

محمد صغیر قاسمی

09897855010

sagheerqasmi@gmail.com


ترسیل کے لیے رابطہ کریں: محمد معظم رحمانی قاسمی 09359602830

موبائل نمبر: 09359602830 ای میل: tahqiqateislami2011@gmail.com

شرح خریداری:

فی شمارہ: ۳۰/روپے سالانہ: ۳۰۰/روپے اعزازی: ۵۰۰۰/روپے

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ہر طرح کی قانونی کارروائی کا حق صرف عدالتِ کیرانہ ہی کو ہوگا۔


خط وکتابت کا پتہ:

دفتر ماہنامہ "تحقیقاتِ اسلامی"

جامعۃ السعادۃ

محلہ ابراہیم پورہ (آل کلاں) شاملی روڈ کیرانہ ضلع شاملی (یوپی) انڈیا

Add: Office Tahqiqat-e-Islami
Jamiatus Sa'adah, Moh.Ibrahimpura
(Aal Kalan) Shamli Road, Kairana
Distt. Shamli (U.P.) India
A/c No. 3023002100004803
**TAHQIQAT-E-ISLAMI**
Punjab National Bank, Branch: Kairana

ناشر

تحقیقاتِ اسلامی

۲۴۱/آل خورد (ملتانیان) کیرانہ ضلع شاملی (یو۔پی) ۲۴۷۷۷۴

پرنٹر پبلشر محمد عرفان نے جیوتی پرنٹنگ پریس منگلا مارکیٹ نزد مالویہ چوک، مظفرنگر سے طبع کرا کے دفتر تحقیقاتِ اسلامی ۲۴۱/آل خورد (ملتانیان) کیرانہ شاملی سے شائع کیا۔

## فہرست


آئینہ

صریرِ خامہ

معیارِ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم | محمد صغیر قاسمی پرتاپ گڑھی | (۳)

درسِ قرآن

تفسیر سورۂ قلم | مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی | (۵)

درسِ حدیث

دورِ حاضر اور علامات قیامت | محمد صغیر قاسمی پرتاپ گڑھی | (۹)

مقالات ومضامین:

غصہ اور عدم برداشت | مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی | (۱۰)

رحمۃ للعالمینؐ کی لازوال شفقتیں... | مولانا عبدالصمد | (۱۲)

حلیہ مبارک... | قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ | (۲۳)

خوارق ومعجزات اور سائنس | مولانا محمد بدیع الزماں | (۲۵)

اسلام میں انسانی حقوق | مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی | (۳۱)

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے | عمر فاروق ندوی فتح پوری | (۳۶)

سائنس اور قرآن | مولانا ثمیر الدین قاسمی | (۳۸)

فقہ وفتاویٰ | ادارہ | (۴۰)

تعارف وتبصرہ

کیا شخص زمانے سے اٹھا | مولانا محمد اظہار الحق قاسمی | (۴۱)

افسانہ

قصہ چہار درویش | میر امن دہلوی | (۴۳)

طب وصحت

پپیتا کے فوائد ونقصانات | ادارہ | (۴۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صریر خامہ

# معیار عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

## محمد صغیر قاسمی پرتاپ گڑھی

**نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد!**

ہادی انس وجن، نبی اکرم، شفیع اعظم، رحمت عالم، محسن انسانیت، محبوب خدا، سرور کائنات، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور اطاعت ہمارا عقیدہ اور ایمان۔ کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا، جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اسے اپنی جان، آل واولاد، ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو اور رب کے اس محبوب کے سامنے، اس کی اپنی سب چیزیں ہیچ وحقیر نہ ہوں۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

"عن انس قال :قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:لایؤمن أحدکم حتی أکون أحب إلیہ من والدہ وولدہ والناس أجمعین۔" (بخاری)" حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک میں اس کے نزدیک اپنے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔"

اس محبت کو طبعی، عقلی اور شرعی میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا، بلکہ محبت کی جس قدر بھی اقسام ہوں، ضروری ہے کہ ہر طرح سے، آپ سے محبت کی جائے، یعنی طبیعت کا بھی تقاضا ہے کہ آپ سے بے پناہ محبت ہو، عقل کا بھی یہی تقاضا ہے اور شریعت بھی اسی کا حکم کرتی ہے۔ اس لیے کہ جن اسباب سے کسی کو، کسی سے محبت ہوتی ہے۔ وہ چار ہیں: جمال، کمال، احسان اور قرابت۔ اور یہ تمام اوصاف حمیدہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ اس کائنات میں کوئی حسین پیدا ہوا اور نہ باکمال، اسی طرح پوری نوع انسانیت پر آپ کے جس قدر احسانات ہیں، اس کی بھی ہمسری کوئی نہیں کرسکتا، رہی بات قرابت کی، تو قرابت داری اور خونی رشتوں کے ذریعہ جو کسی کو، کسی سے تعلق اور محبت ہوتی ہے اور ایک دوسرے کے لئے قربانیاں دیتا ہے، اس سے کہیں زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت سے محبت ہے اور امت کے لئے جو قربانیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہیں، کوئی باپ واولاد بھی کسی کے لیے نہیں دے سکتا۔

اس لیے یہ بات موضوع بحث نہیں بن سکتی کہ آپ سے محبت ہونی چاہئے یا نہیں، بلکہ اہم بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا معیار کیا ہے؟، اور کیسے معلوم ہوسکتا ہے کہ بندے کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حد درجہ کی کامل محبت ہے؟، کیوں کہ محبت تو دل کی ایک کیفیت کا نام ہے، جس کو لفظوں میں نہیں بیان کیا جاسکتا۔ خواجہ یحییٰ بن معاذؒ کا ارشاد ہے:

''المحبة حالة لا یعبر عنها مقالة۔'' (محبت ایک حال ہے، اس کی تعریف لفظوں میں ممکن نہیں۔)

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

در نگنجد عشق در گفت وشنید　　　　عشق دریائیست قعرش ناپدید

(عشق کا وصف کہنے سننے میں نہیں آتا، عشق ایسا سمندر ہے، جس کی گہرائی بے پایاں ہے۔)

یاد رہے: محبت کی اساس اور معیار، اطاعت وفرماں برداری ہے، اگر احکام کی اطاعت نہیں ہے، تو محب، دعوائے محبت میں جھوٹا اور کذاب ہے۔

عاشق صادق تو محبوب کے ایک ایک حکم پر مرمٹتا ہے، مرضی محبوب کے سامنے اس کی اپنی کوئی خواہش اور مرضی نہیں رہتی، یہی نہیں کہ وہ حکم محبوب پر اپنے آپ کو قربان کر دیتا ہے، بلکہ اپنے انداز واطوار کو بھی اسی کے سانچے میں ڈھالیتا ہے، اس کی چال ڈھال، محبوب جیسی ہوجاتی ہے، اس کا رہن سہن اور کھانا پینا اسی کی اداؤں کے مطابق ہوجاتا ہے، اس کا لباس بلکہ شکل صورت تک اسی کے رنگ میں رنگ اٹھتی ہے۔ امیر خسرو دہلوی نے اسی حقیقت کی کیا خوب ترجمانی کی ہے:

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی　　　　تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

(میں تم ہوگیا تم میں ہوگئے، میں تن ہوگیا، تو جان ہوگیا۔ پس اس کے بعد کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میں اور ہوں تو اور ہے)

قرآن کریم نے بھی اسی کو معیار بنایا ہے:

''قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي'' (آل عمران: ۳۱)

(کہہ دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو) یعنی اگر کسی کو دعوی ہے کہ وہ واقعی اللہ سے محبت رکھتا ہے، تو پھر اس کا ثبوت بھی سامنے آنا چاہیے اور وہ ہے اس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری۔ ورنہ دعوی بلا دلیل، بلکہ جھوٹا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ہی اس کی تعلیمات اور اس کے اخلاق واطوار کو امت کے لیے نمونہ اور آئیڈیل بنانا ہے، تاکہ امت اسی کے مطابق زندگی گذار کر اللہ رب العزت کا قرب حاصل کرلے اور نجات اخروی سے شرف راز ہو۔ ارشاد باری ہے:

''لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ۔'' (الاحزاب: ۲۱)

(تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ (موجود) ہے۔)

حاصل یہ کہ اگر ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہیں اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت ہے، تو ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو، آپ کے اقوال وافعال کو اور آپ کے اخلاق واطوار کو نمونہ اور آئیڈیل بنا کر زندگی گذاری ہے۔ آپ کی ایک ایک تعلیمات کو اپنایا جائے۔ اپنی زندگی کو اسی کے سانچے میں ڈھالا جائے۔ یہی محبت وعشق کا تقاضا ہے اور سچی محبت کا معیار ہے۔ اگر ہماری زندگی اس کے خلاف ہے، یا ہمارے اہل خانہ اور بال بچے اس کے خلاف زندگی گذار رہے ہیں اور ہم ان کی اصلاح وتربیت کی کوشش نہیں کرتے ہیں، تو عشق ومحبت کا ہمارا دعوی جھوٹا ہے۔

# سُوْرَةُ الْقَلَمِ

مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝

ترجمہ:

اور بیشک آپ کے لئے اجر عظیم ہے جو کبھی منقطع ہونے والا نہیں۔ اور تو پیدا ہوا ہے بڑے خلق پر۔

## تشریح وتفسیر

وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ

(اور بیشک آپ کے لئے اجر عظیم ہے جو کبھی منقطع ہونے والا نہیں) مطلب یہ ہے کہ آپ کے جس کام کو یہ دیوانی جنون کہہ رہے ہیں وہ تو اللہ کے نزدیک سب سے بڑا مقبول عمل ہے اس پر آپ کو اجر عظیم ملنے والا ہے اور اجر بھی ایسا جو دائمی ہے کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ کہیں کسی مجنون کے عمل پر بھی مجنون کو اجر ملا کرتا ہے۔ (معارف)

اور غیر منقطع و بے انتہا اجر اس لیے ہے کہ دنیا میں توحید وخدا پرستی اور مکارم اخلاق کے (ان کے مٹ جانے اور ختم ہوجانے کے بعد) آپ ہی مروج ہیں، جب تک دنیا میں یہ باتیں جاری رہیں گی آپ کو بھی برابر اجر ملتا رہے گا اور ہر ایک نیک کام کے بانی اور مروج کو بعد میں اجر ملا کرتا ہے۔ یہ اس کے باقیات الصالحات میں شمار ہوتا ہے اور ہمیشہ کے لیے دنیا میں گویا ایسے آدمی زندہ رہ کر نیک کام میں حصہ لینے والے شمار ہوتے ہیں اور زندہ تصور کئے جاتے ہیں۔ (حقانی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تسلی اور پروپیگنڈے کا جواب: سورۃ الملک میں بیان ہو چکا ہے کہ کافروں کا گمان یہ تھا کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بڑی تندہی سے جس دین کی دعوت میں لگے ہوئے ہیں، خطرہ ہے کہیں اس کے اثرات سے انقلاب برپا نہ ہوجائے۔ اس کے اثر سے بچانے کے لیے اشرافِ قریش، عوام کو یہ کہہ کر اطمینان دلاتے تھے کہ تم ہرگز اس کی فکر نہ کرو، یہ شاعر آدمی ہے، چند دنوں تک اس کے اثرات ہوں گے، اس کے بعد یہ سب کچھ ہوا میں اڑ جائے گا اور یہ شخص اپنی دعوت سے جس طرح کے حالات پیدا کر رہا ہے، اس سے خود ہی یہ کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوجائے گا۔ یہ اور اس کے ساتھی گردشِ روزگار کا شکار ہو کر تباہ و برباد ہوجائیں گے، تو اس کی کہی ہوئی باتیں اور اس کی دعوت کے اثرات سب کچھ ختم ہو کر رہ جائے گا۔

اس کے جواب میں ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ اے پیغمبر آپ ان کی باتوں سے اثر قبول نہ کریں۔ آپ جو کچھ کررہے

ہیں اور جس تندہی، ہمدردی، جانفشانی، غمگساری اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے اپنا فریضہ انجام دے رہے ہیں، اس کا اجر کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ ایک اجر کا وہ حصہ ہے جو قیامت کے دن آپ کو ملے گا۔ ''**لواء الحمد**'' آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ شفاعتِ کبریٰ کے مقام پر آپ کھڑے کیے جائیں گے۔ مقامِ محمود آپ کے انتظار میں ہے، جنت کے اعلیٰ ترین حصے میں آپ کا مسکن ہوگا۔ سب سے زیادہ آپ کی امت نجات پائے گی اور جنت میں پہنچے گی۔ اور اجر کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ آپ کا دین تمام دنیا میں پھیل جائے گا، آپ کی امت مختلف وقتوں میں دنیا کی امامت و سیادت کا فرض انجام دے گی اور ایک وقت آئے گا جب اسلام کے سواد نیا میں اور کوئی مذہب باقی نہیں رہے گا۔ یہ آپ کی کاوشوں کا وہ صلہ ہے جس کا ایک سرا آپ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا قیامت سے بندھا ہوا ہے۔

سوال یہ ہے کہ کسی مجنون اور دیوانے کی کاوشوں کا یہ نتیجہ آج تک کبھی لوگوں نے دیکھا ہے۔ اگر ایسا ہے تو سب پاگل خانے سے پاگلوں کو نکال کر دنیا کی رہنمائی کی مسندوں پر بٹھا دینا چاہیے، لیکن اس کے بعد جو ہوگا اس کو جاننے کے لیے کسی بڑی عقل کی ضرورت نہیں۔ لیکن آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نہ ختم ہونے والے اجر کے حوالے سے جو کچھ ہم نے کہا ہے، وہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے، اس کے بعد بھی اگر کوئی علم و دانش کا سوداگر اس طرح کی بات کہتا ہے جیسے آج کل بعض مستشرقین آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مرگی کا مریض قرار دیتے ہیں اور بعض لوگ آپ کو مالیخولیا کا بیمار بتاتے ہیں۔ اہل علم کو چاہیے کہ ان نام نہاد دانشوروں کے دماغ کا معائنہ کرائیں اور ان سے اس کا جواب طلب کریں کہ جس نے دنیا کو ایک ایسی امت دی جس کی نظیر تاریخ پیش نہیں کر سکتی، ایک ایسا نظام دیا جس نے جزیرۂ عرب کو جو نفرتوں کا جہنم تھا، محبتوں کی جنت میں تبدیل کر دیا۔ جس نے ایسے اخلاق دیئے، جس نے بگڑے ہوئے انسانوں کو مکارمِ اخلاق کا معلم بنا دیا، جس نے انسانوں کے لیے دل و دماغ میں ایسی تبدیلی پیدا کی کہ دشمنوں نے بھی انھیں اپنا محسن گردانا۔ غرضیکہ وہ دنیا کے لیے رحمت و مروت، ہمدردی و غمگساری اور راحت و آرام کی ایک بہار بن کر چھا گئے۔ تو کیا ایک ایسی امت، ایسے نظام اور ایسے اخلاق پیدا کرنے والے کو مجنون کہا جائے گا یا ان لوگوں کو کہا جائے گا جو اسے مجنون قرار دیتے ہیں۔ (روح القرآن)

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

(اور تو پیدا ہوا ہے بڑے خلق پر) یہ بھی اسی جملے کی ایک دلیل قوی ہے۔ اس لیے کہ مجنون کے اخلاق اچھے نہیں ہوتے۔ برخلاف اس کے کہ آپ کے اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ کے وہ بھی بالاتفاق قائل تھے پھر دیوانہ کہنا دیوانہ پن ہے۔

خُلق کیا ہے: خلق ایک نفسانی ملکہ ہے، جس کے سبب انسان عمدہ کام بآسانی کر سکتا ہے، اچھے کام کرنا اور بات ہے اور ان کو آسانی سے کرنا اور بات ہے۔ پس وہ حالت جس کی وجہ سے بسہولت نیک کاموں کو کر سکے اس کو خلق کہتے ہیں جس کی جمع اخلاق آتی ہے۔ بخل اور لالچ اور غضب اور معاملات میں تشدد سے بچنا اور لوگوں سے معاملات میں نرمی، درگزر، مروت، سیر چشمی سے پیش آنا، انتقام سے درگزر کرنا، اقارب و احباب کے ساتھ سلوک کرنا بلکہ بدی کے مقابلے میں نیکی کرنا، کینہ اور حسد سے دور

رہنا بھی خلق میں داخل ہے۔ حیا وشرم کرنا، سخت کلامی اور فحش گوئی اور طعنہ بازی سے بچنا اس کا ایک جز ہے۔

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات بابرکات میں یہ سب باتیں فطری طور پر خمیر کردی گئی تھیں۔ ان باتوں کو بتکلف عمل میں لانے کی حاجت نہ تھی، بلکہ بے تکلف خود بخود آپ سے سرزد ہوتی تھیں۔ خلق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں مشہور ہے۔ حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی روح پاک میں معارفِ الٰہیہ حقہ کے قبول کرنے کی نہایت استعداد رکھی تھی اور بری باتوں، غلط عقائد کے قبول کرنے کی مطلقاً استعداد نہ تھی، اس لیے یہ ملکہ آپ میں تھا جس کو خلق سے تعبیر کیا۔

حضرت عائشہؓ سے خلق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: ''کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ'' (قرآن آپ کا اخلاق تھا)۔ (یعنی قرآن کریم جن اعلیٰ اعمال واخلاق کی تعلیم دیتا ہے آپ ان سب کا عملی نمونہ ہیں)

اس طرح کی ایک روایت سعدؓ بن ہشام سے مسلم وابن المنذر وحاکم وغیرھم نے نقل کی ہے جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نفس مقدس بالطبع عالم قدس کی طرف مائل اور اس کے ساتھ جس قدر چیزیں متعلق ہیں ان کی طرف راغب تھا اور لذات بدنیہ اور سعادت دنیویہ سے بالطبع آپ کو سخت نفرت تھی۔ **وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء**۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں آپ سے زیادہ کوئی خوش خلق نہ تھا، جب کسی نے بلایا، تو آپ نے یہ فرمایا ''لبیک'' یعنی حاضر ہوں۔ نہ عمر بھر کسی کو مارا، نہ گالی دی، نہ سخت کلامی سے پیش آئے۔

فائدہ: ''علی'' کا لفظ استعلاء کے لیے عرب میں مستعمل ہوتا ہے۔ ''عَلٰی خُلُق'' کہنے میں یہ اشارہ ہے کہ آپ ان اخلاق حمیدہ پر حاوی اور غالب ہیں اور ''عَظِیم'' کے لفظ نے اور بھی معنی میں وسعت پیدا کردی، اس لیے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اگلے انبیاء علیہم السلام کے اقتداء واتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ بقولہ: **اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ فَبِهُدٰاهُمُ اقْتَدِهْ**۔ اور یہ ظاہر کہ معرفتِ الٰہی اور احکام شرائع میں یہ اقتداء نہیں، تو لامحالہ ان کے اخلاق میں اقتداء کرنا ہے، تو جو ہر ایک نبی (علیہ السلام) کے اخلاق تھے، ان سب کا مجموعہ حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں قائم ہوا، اس لیے آپ کا خلق عظیم تھا۔ کیا خوب کہا ہے خسرو علیہ الرحمہ نے: آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری (حقانی)

حضرت انسؓ نے فرمایا: میں نے دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی، لیکن حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کبھی مجھے ہوں بھی نہیں فرمایا، اگر میں نے کوئی کام کرلیا تو یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام کیوں کیا اور نہیں کیا تو یہ نہیں فرمایا کہ کیوں نہیں کیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بڑے ہی خوش خلق تھے، کوئی ریشم (سلک) بلکہ کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم میں نے نہیں چھوئی، نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ سے زیادہ خوشبودار کسی مشک اور عطر کو پایا۔ (مسلم وبخاری)

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ ایک عورت کی عقل میں کچھ فتور تھا، اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کچھ کام ہے۔ ارشاد فرمایا: اے عورت! مدینہ کی جس گلی میں چاہے بیٹھ جا، میں بھی تیرے پاس بیٹھ جاؤں گا۔ چنانچہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے پاس (زمین پر) بیٹھ گئے اور اس نے اپنی بات پوری کی۔ حضرت انسؓ

کی روایت ہے کہ مدینہ کی باندی بھی حضورِ اقدس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دست مبارک پکڑ کر جہاں چاہتی لے جاتی تھی۔ (بخاری)

حضرت انسؓ کا قول ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اگر کوئی مصافحہ کرتا تو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دست مبارک اس کے ہاتھ سے اس وقت تک الگ نہ کرتے جب تک وہ خود ہی اپنا ہاتھ الگ نہ کر لیتا، نہ اپنا رخ اس کی طرف سے پھیرتے، نہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کسی ہمنشین کے سامنے زانو آگے بڑھائے دیکھا گیا۔ (ترمذی)

حضرت عائشہؓ نے فرمایا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے راہ خدا میں جہاد کے بغیر، کبھی اپنے ہاتھ سے (کسی کے) کوئی چیز نہیں ماری، نہ کسی خادم کو مارا، نہ عورت کو، نہ کسی حق تلفی کرنے والے سے انتقام لیتے تھے، ہاں! اگر کوئی ضوابط الٰہیہ کی خلاف ورزی کرتا تھا تو اس کو اللہ کے واسطے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سزا دیتے تھے۔ (مسلم)

حضرت انسؓ نے فرمایا: میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہمراہ پیدل جا رہا تھا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس وقت نجرانی چادر، موٹی کناری کے پہنے تھے۔ ایک دیہاتی آ پہنچا اور چادر پکڑ کر اتنی زور سے کھینچی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن کے ایک طرف چادر کی کناری کا نشان پڑ گیا، اس کے بعد کہنے لگا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو خدا کا مال تیرے پاس ہے، اس میں سے مجھے بھی کچھ دینے کا حکم دیدے، حضور والا نے اس کی طرف رخ پھیرا اور ہنس دیئے پھر کچھ عطا فرمانے کا حکم دیا۔ (مسلم و بخاری)

حضرت انس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ (مسلم و بخاری) حضرت جابر کا قول ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کسی سوال کے جواب میں نہیں، کبھی نہیں فرمایا۔ (بخاری) حضرت جبیر بن مطعمؓ نے بیان کیا کہ حنین سے واپسی میں میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ چل رہا تھا (اثناء راہ میں) کچھ دیہاتی مانگنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چمٹ گئے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کیکر کے درخت کی پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ دیہاتیوں نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی چادر جھپٹ لی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کھڑے فرما رہے تھے، مجھے میری چادر دے دو، اگر میرے پاس ان سنگریزوں کے برابر بھی اونٹ ہوں گے، تو میں تم کو بانٹ دوں گا، تم مجھے بخیل نہ پاؤ گے، نہ جھوٹا، نہ کم حوصلہ (یا بزول)۔ (بخاری)

حضرت عائشہؓ نے فرمایا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ فحش گوئی کے عادی تھے، نہ بناوٹی فحش الفاظ زبان سے نکالتے تھے، نہ بازاروں میں چیختے چلاتے تھے، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے، بلکہ معاف کر دیتے تھے اور درگزر فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: مجھے حسنِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔ (احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میرے نزدیک سب سے زیادہ پیارا لوگوں میں سے وہ شخص ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مشرکوں کے لیے بددعا کر دیجئے۔ فرمایا: مجھے لعنت گر بنا کر نہیں بھیجا گیا، بلکہ محض رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (مسلم) مظہری۔

درس حدیث

# دورحاضر اور علامات قیامت

محمد صغیر قاسمی پرتاپ گڑھی

## بارش زیادہ ہوگی اور پیداوار کم

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہ عَنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہ ﷺ: یَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ تُمْطِرُ السَّمَاءُ مَطَرًا وَ لَا تُنْبِتُ الْأَرْضُ۔ (مستدرکِ حاکم:8567) وفی روایۃ عنہ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُمْطَرَ النَّاسُ مَطَرًا عَامًّا، وَ لَا تَنْبُتَ الْأَرْضُ شَیْئًا۔ (رواہ احمد فی مسندہ: ۱۲۴۲۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آسمان خوب بارش برسائے گا لیکن زمین غلہ واناج نہ اُگائے گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے ایک دوسری روایت ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ لوگوں پر خوب بارش نہ ہو، لیکن زمین غلہ واناج نہ اُگائے گی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَتْ السَّنَةُ بِأَنْ لَا تُمْطَرُوا وَلَكِنْ السَّنَةُ أَنْ تُمْطَرُوا وَتُمْطَرُوا وَلَا تُنْبِتُ الْأَرْضُ شَيْئًا۔ (مسلم:2904)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قحط یہ نہیں ہے کہ بارش نہ برسائی جائے، بلکہ قحط سالی یہ ہے کہ بارش برسے اور خوب برسے لیکن زمین کوئی چیز بھی نہ اُگائے۔

مذکورہ بالا احادیث میں نبی اکرم ﷺ نے قرب قیامت کی علامتوں کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرما ہے کہ ایک دور ایسا آئے گا بارش تو خوب ہوگی، جس کی وجہ سے کھیتوں و باغوں کی پیداوار بھی خوب ہونی چاہئے تھی، اور خوش حالی آنی چاہئے تھی، لیکن ایسا نہیں ہوگا، بلکہ زمینوں سے کچھ نہیں اُگے گا، اور لوگ قحط سالی کا شکار ہوں گے۔

چند سالوں سے بارش کی کچھ ایسی ہی صورت حال نظر آرہی ہے، یا تو بارش ہوتی ہی نہیں ہے اور اگر ہوتی ہے تو اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ تباہی لے آتی ہے۔ اور اس سال تو اس نے ریکارڈ ہی توڑ دیا ہے، بارش ہورہی ہے اور خوب ہورہی ہے، لوگوں کے کھیتوں و باغوں میں اس قدر پانی جمع ہوگیا ہے کہ وہ تالاب معلوم ہورہے ہیں، مکانات گر رہے ہیں، نہ جانے کتنی اموات ہوگئیں۔ فصلیں تباہ ہوگئیں، جو کچھ بویا گیا تھا، سب سڑ گیا، کسان پریشان ہے کہ اب کیا ہوگا۔ گویا بارش رحمت بن کر نہیں برس رہی ہے، بلکہ عذاب بن گئی ہے۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ دراصل یہ سب ہمارے بُرے اعمال کی نحوست ہے۔

مقالات ومضامین

# غصہ اور عدم برداشت

## مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

غصہ اور عدم برداشت ایک سماجی اور اخلاقی برائی ہے،جس سے بچنا اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنا ضروری ہے۔اشتعال اور غصہ انسان کی فطرت ہے، یہ بے لگام ہوجائے تو اس سے بڑی برائی کوئی نہیں اور اگر اس پر قابو پالیا جائے تو اس سے بڑی خوبی کوئی نہیں۔رب کریم نے قرآنِ کریم میں ان مؤمنین کی تعریف کی ہے، جو غصے پر قابو رکھتے ہیں اور لوگوں کو،ان کی غلطیوں وخطاؤں پر معاف کردیتے ہیں۔ارشاد باری ہے:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ

(وہ لوگ جو تنگی اور خوشی میں خرچ کرتے ہیں اور وہ جو غصے کو پی جانے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔) مذکورہ آیت میں غصے کے گھونٹ کو پی کر معاف کرنے کا رویہ اختیار کرنے والے لوگوں کو اللہ رب العزت اپنا پسندیدہ بندہ قرار دے رہے ہیں۔امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت کو ہر طرح کے گھونٹ میں غصے کا گھونٹ پی جانا بہت پسند ہے۔(احیاءُ العلوم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی نے مختصر نصیحت کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لَا تَغْضَبْ“(غصہ مت کر)۔آپ چاہتے تو نماز، روزہ، زکوٰۃ اور ذکر کے حوالے سے کوئی نصیحت کرتے؛ لیکن ان تمام کے بجائے غصے سے بچنے کی جو نصیحت کی اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ غصہ فقط ایک معاملہ نہیں؛ بلکہ غصہ اپنے اندر بہت سی برائیوں کا مجموعہ ہے؛ اسی لیے علمائے صوفیہ اسے ام الامراض کا نام بھی دیتے ہیں۔

سیدنا محمد بن جعفرؒ فرماتے ہیں غصہ ہر برائی کی چابی ہے۔(احیاءُ العلوم) کیوں کہ یہ ایک ایسا مرض ہے جو بہت سی برائیوں کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور اس کی کوکھ سے بھی بہت سی برائیاں جنم لیتی ہیں،مثلاً: غصہ اس شخص کو زیادہ آتا ہے جو تکبّر اور خود بڑائی کے مغالطے میں مبتلا ہو۔کوئی شخص کسی کو اپنے برابر یا اپنے سے بہتر سمجھ کر کبھی بھی اس پر غصہ نہیں کرتا۔غصہ کی وجہ سے جنم لینے والی برائیاں تو بہت زیادہ ہیں،جن میں گالم گلوچ،لڑائی جھگڑا اور مجبور ہونے کی صورت میں غیبت جیسی بیماریاں سر اٹھانے لگتی ہیں۔

دورِ حاضر میں غصے کو ایک کمال اور خوبی کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے،مثلاً: یہ کہنا کہ مجھ سے ہر بات برداشت نہیں ہوتی، میں تو صاف منہ پر سنا دیتا ہوں، میں لحاظ وغیرہ نہیں کرتا،میٹر گھوم جاتا ہے میرا،میری کھوپڑی گرم ہے،وغیرہ۔یہ سب جملے استعمال کرکے ہم سمجھتے ہیں کہ ہم کوئی بہت بڑی بات کررہے ہیں؛ حالاں کہ یہ سب شیطان کے ہتھکنڈے ہیں اور وہ

ایسے بہانہ باز جملوں کے ذریعے ہمیں غصے میں لاکر اپنے آلے کے طور پر استعمال کرتا ہے، جس کے نتیجے میں ہمارا اور ہمارے متعلقین کا نقصان ہوجاتا ہے۔غصہ صرف ایک عارضی حالت کا نام نہیں؛ بلکہ یہ بیماری شخصیت پر گہرے نقوش چھوڑتی ہے۔امام غزالیؒ اس حوالے سے فرماتے ہیں غصے کے وقت صورت بگڑ کر بھیانک بن جاتی ہے،ایسی صورت بنتی ہے جیسے کاٹنے والا کتا اور انسان اپنے مقام سے گر کر خونخوار درندہ بن جاتا ہے؛ جب کہ جولوگ اپنے غصے پر قابو رکھتے ہیں ان کی صورت علماء، اولیاء اور صالحین سے ملتی ہے۔(احیاءُ العلوم) غصے میں انسان ،عقل مندی سے کم عقلی کا سفر پل بھر میں طے کرلیتا ہے۔اسے پتا بھی نہیں چلتا جب کہ اس کی عقل کام نہیں کررہی ہوتی ہے۔حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ”جب تو غصہ کرتا ہے تو اچھلتا ہے،قریب ہے کہ تو کہیں چھلانگ نہ لگادے اور یہ چھلانگ تجھے سیدھا جہنم میں پہنچادے۔“

وہ غصہ جو ہمارے مزاج کا مستقل حصہ بن جائے،اس کے پیچھے کچھ اسباب ضرور ہوتے ہیں۔ماہرین کے مطابق غصہ ایک ردِعمل ہے جس کے اسباب میں ایک اہم سبب خوف کی کیفیت ہے اور خوف ہمیشہ نااہلی کی بنا پر پیدا ہوتا ہے،مثلاً: ایک شخص اپنی بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتا،تو وہ ہر وقت اس خوف میں مبتلا رہتا ہے کہ گھر میں کیسے جاؤں؟ قرضے کیسے ادا کروں؟ گھر میں جاؤں گا تو بے سکون ہوجاؤں گا؛ کیوں کہ بیوی ذمہ داریاں پورا نہ ہونے کے سبب سوال پر سوال کرے گی، بچوں کی فیس،علاج کا خرچ، گھر کا راشن تو وہ اپنی نااہلی کے سبب ایک خوف میں مبتلا رہے گا اور جب بھی اس کی بیوی مذکورہ کوئی بھی سوال اٹھائے گی،تو وہ اپنی نااہلی چھپانے کے لیے اور اپنے گھیرے جانے کے خوف سے غصہ کرے گا، جھگڑے گا وغیرہ۔ایسی صورت میں غصہ کا علاج اپنی نااہلی کو اہلیت میں بدلنے کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔غصہ کا ایک سبب خودساختہ تصورات میں مثلاً خاندان،قبیلہ، رنگ،نسل کی وجہ سے ایک بلاوجہ کی بڑائی کا شکار ہوجانے سے غلط فہمی میں خود کو افضل سمجھنا،کسی کی معمولی بدسلوکی پر اپنی پہچان جتا کر غصہ کرنا۔ درحقیقت غصہ انسان کی شخصیت میں فقط ضد، جہالت، انا پرستی کا ذریعہ بنتا ہے، نہ کی کسی خیر کا اور انجام کے طور پر انسان کو ذلیل ورسوا کردیتا ہے۔اس لیے اس کا حل یہی ہے کہ اس کے مقتضی پر عمل نہ کیا جائے۔

یاد رہے کہ غصہ انسانی خواہشات اور جذبات کا لازمی جز ہے؛ لہٰذا غصے کے علاج کے حوالے سے جو بھی علاج ہے، وہ غصے کو قابو کرنے کا ہے، نہ کہ ختم کرنے کے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے:

”لَیسَ الشَّدِیْدِ بِالصُّرَعَۃِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہُ عِنْدَ الْغَضَبِ“

(پہلوان وہ نہیں ہے جو ایک ہی وار میں مقابل کو گرادے؛ بلکہ حقیقی پہلوان وہ ہے جو عین غصے کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے۔) یعنی دل اس بات کا شدّت سے تقاضا کررہا ہو کہ اس کو کھری کھری سناؤں، تھپڑ رسید کروں، گالیاں دوں، اپنی بھڑاس نکال دوں، گھر والوں پر چیخ چیخ کر اپنی بڑائی جتاؤں، غرض اپنے ہاتھ پیر یا زبان کے استعمال سے اپنے کلیجے کو ٹھنڈک پہنچاؤں اور مجھے بظاہر کوئی روک ٹوک کرنے والا بھی نہیں۔ٹھیک ایسی حالت کے دوران اپنے آپ پر قابو کرنا اور نظرانداز اور درگزر سے کام لینا یہ واقعی بہت بڑے پہلوان سے بھی بڑھ کر طاقت ور بننے والی بات ہے۔

# رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت کے ساتھ لازوال شفقتیں اور محبتیں آیاتِ قرآن کی روشنی میں

مولانا عبدالصمد

واقعہ یہ ہے کہ ہر پیغمبر کو اپنی امت کے ساتھ، بلکہ ہر مقتدیٰ کو اپنے متبعین اور منتسبین کے ساتھ ایک خاص قسم کی شفقت ومہربانی کا تعلق ہوتا ہے، جس طرح ہر شخص کو اپنی اولاد کے ساتھ ایک خاص تعلق ہوتا ہے، جو دوسرے انسانوں کے ساتھ نہیں ہوتا اور اس تعلق کی وجہ سے ان کی قدرتی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے عذاب سے چھٹکارا پائیں۔ اس شفقت ورأفت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب پیغمبروں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ تعلق صرف ایسا نہیں ہے کہ بات کہہ کر بے تعلق ہو گئے، بلکہ آپ کا اپنی اُمت سے قلبی تعلق ہے، ظاہراً بھی کہ آپ ان کے ہمدرد ہیں اور باطناً بھی کہ امت کو جو تکلیف ہوتی ہے اس میں آپ بھی شریک ہوتے تھے، اور ان میں سے کسی کو تکلیف پہنچ جاتی تو آپ کو کڑھن ہوتی تھی، عیادت کے لیے تشریف لے جاتے، دوا بتاتے، مریض کو تسلی دینے کی تعلیم دیتے تھے، تکلیفوں سے بچانے کے لیے ان اُمور کی تعلیم دیتے تھے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بڑی خواہش ہے جو مختلف مواقع پر آپ سے بار بار ظاہر ہوئی کہ آپ کی اُمت دوزخ میں نہ جائے اور جن کی بدعملی اس درجے کی ہو کہ ان کا دوزخ میں جانا اور کچھ عذاب پانا ناگزیر ہو، اُن کو کچھ سزا پانے کے بعد نکالا جائے، چنانچہ درج ذیل آیات، احادیث، روایات اور واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اس لیے اُمتِ محمدیہ پر لازم ہے کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اتباع کریں اور سب آپس میں رحمت وشفقت کے ساتھ مل کر رہیں اور اپنی معاشرت میں رحمت اور شفقت کا مظاہرہ کریں:

۱- ’’لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ‘‘ (التوبہ:۱۲۸) ترجمہ: (اے لوگو!) تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس (بشر) سے ہیں، جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں۔ (یہ حالت تو سب کے ساتھ ہے بالخصوص) ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق (اور) مہربان ہیں۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پوری خلقِ خدا پر خصوصاً مسلمانوں پر بے حد مہربان وشفیق وہمدرد ہونا بیان فرمایا ہے۔ نیز اس آیت میں اتباعِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب ہے۔ (جواہر القرآن، ج:۲،ص:۴۵۹)

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پانچ قسم کی صفات بیان فرمائی ہیں، جو کہ حسب ذیل ہیں:

(۱)مِنۡ اَنۡفُسِکُمۡ (۲)عَزِیۡزٌ عَلَیۡهِ مَاعَنِتُّمۡ (۳)حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ (۴)رَءُوۡفٌ (۵)رَحِیۡمٌ (تفسیر کبیر:۶/۱۷۷)

**۱:- مِنۡ اَنۡفُسِکُمۡ:**

اس صفت کو ذکر کرنے سے مقصود آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبی وحسبی طہارت و پاکیزگی و بلندی کو بیان کرنا ہے، گو یا یہ کہا گیا کہ تمہارے قبیلے وخاندان سے ہیں، جس کے حالات صدق وامانت، عفت، صیانت و دیانت ابتداء عمر سے تمہیں معلوم ہے، کوئی غیر نہیں جس سے واقف نہ ہوں۔ اور نیز یہ کہ تمہارے ملک اور تمہاری قوم کا شخص ہے، جو تمہارے لیے باعثِ فخر و رحمت ہے۔ بعض نے ''اَنۡفُس'' کو ''نَفِیۡس'' سے لیا ہے، یعنی سب سے افضل واشرف ہے۔ (تفسیر کبیر:۶/۱۷۷، تفسیر حقانی:۲/۵۲۵)

۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے قبائل کی شاخ میں بہترین شاخ سے مبعوث فرمایا، حتیٰ کہ میں اس قرن (شاخ) سے پیدا ہوا جو میرا ہے۔ (بخاری شریف:۱/۵۵۳)

۲: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے نسل اسماعیل سے کنانہ کو منتخب فرمایا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا اور مجھے بنو ہاشم میں سے منتخب فرمایا۔'' (مسلم شریف، ج:۲،ص:۲۴۵۔ ترمذی، ج:۲،ص:۲۰۲)

۳: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا فرمایا اور ان کی شاخیں بنائیں، مجھے بہترین شاخ میں رکھا۔ پھر قبائل بنائے اور بہترین قبیلے میں رکھا اور پھر گھرانے بنائے اور مجھے بہترین گھرانے میں بنایا، لہٰذا میں ان سب سے بہترین ذات اور بہترین گھرانے کا ہوں۔'' (ترمذی، ج:۲،ص:۲۰۱)

۴: علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے حضرت نجاشیؒ کے سامنے اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے کسریٰ کے سامنے آپ کے حسب ونسب کو ان الفاظ میں بیان فرمایا تھا: ''**إن الله بعث فينا رسولاً منا نعرف نسبه وصفته ومدخله ومخرجه وصدقه وأمانته۔**'' یعنی ''اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک رسول بھیجا ہے جو ہم میں سے ہے، ہم اس کے نسب اور اس کے حالات کو جانتے ہیں، ہم ہر طرح سے اس کی سچائی اور امانت کو جانتے ہیں۔'' (تفسیر ابن کثیر:۲/۴۶۳)

۵: قیصر روم نے جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب کے متعلق یہ سوال کیا کہ: ''**كيف نسبه فيكم؟**'' ''ان کا نسب کیسا ہے؟ حضرت ابوسفیانؓ نے فرمایا کہ: ''**هو فينا ذو نسب وهو في حسب ما لا يفضل عليه أحد، قال: هذه آية۔**'' یعنی ''وہ ہم میں اعلیٰ نسب والے ہیں اور اعلیٰ حسب والے ہیں، نسب وحسب خاندان میں کوئی اُن سے بڑھ کر نہیں، قیصر روم نے کہا کہ: یہ بھی ان کے نبی ہونے کی علامت ہے۔'' (سیرۃ المصطفیٰ:۱/۱۶)

۶: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ: عرب کے قبیلے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نسبی تعلق تھا۔ (بخاری:۱/۴۹۶۔)

۷: حضرت جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ: حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری دور تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے سارے آباء واجداد جاہلیت کے نکاح کے طریقوں سے پاک رہے۔(مظہری، ج:۵ ص:۴۵۲)

**۲:-عَزِیْزٌ عَلَیۡهِ مَا عَنِتُّمۡ:**

"عزیعز" بکسر العین (ض) معنی شاق اور سخت کے ہوتے ہیں۔"مَا عَنِتُّمۡ" میں ما زائدہ ہے، مصدر کے معنی میں ہے۔ "عنة" (س) جس سے "عَنِتُّمۡ" بنا ہے، کے معنی مشقت، فساد، ہلاکت، خطا کے ہیں، یعنی تمہارا دشواری ودکھ میں پڑ جانا اور گمراہ ہوجانا، ہلاک ہونا، جسمانی، روحانی، مالی مشکلات میں مبتلا ہوجانا، اور تمہارا حق سے منہ موڑنا وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہایت گراں گزرتا ہے۔ واضح ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت ا: مؤمنین، ۲: کفار، ۳: منافقین تینوں کے حق میں تھی، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ا:"مؤمنین" کے حق میں بھی شفقت فرماتے تھے کہ: ایمان کی برکت سے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان پر دائمی عذاب نہ ہوگا، لیکن معصیت سے بھی تکلیف ہوگی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ یہ تکلیف بھی اُن کو نہ پہنچے۔

۲:"منافقین" کا نفاق بھی آپ پر بڑا ہی شاق گزرتا تھا، محض دنیا کے لیے بے ہودہ نہ ادھر کے نہ اُدھر کے بن کر، کھلے کافروں سے باطن میں بدتر ہو رہیں کہ انجام ان کا کفار کی طرح دائمی عذاب ہوگا۔

۳:"کفار": نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کفار کو کفر وشرک میں دیکھتے اور یہ خیال فرمایا کرتے کہ یہ لوگ کس انجامِ بد کا شکار ہونے والے ہیں، یہ لوگ کیوں کر اپنے ہاتھوں اپنے لیے ہلاکت کا کنواں کھود رہے ہیں، تب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلِ رحم پرور کو نہایت صدمہ ہوتا تھا۔ بسا اوقات یہ کیفیت اس قدر بڑھ جاتی کہ اللہ تعالیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی وتسکین کے لیے اپنا کلام وپیغام بھیجنا پڑتا، چنانچہ سورۂ "یٰس" میں ہے: "فَلَا یَحۡزُنۡکَ قَوۡلُهُمۡ ۘ اِنَّا نَعۡلَمُ مَا یُسِرُّوۡنَ وَ مَا یُعۡلِنُوۡنَ" یعنی "ان لوگوں کی باتیں آپ کے لیے تکلیف کا باعث نہ ہونی چاہئیں۔ بے شک ہم سب کچھ جانتے ہیں جو کچھ یہ دل میں رکھتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔" نیز سورۂ آل عمران میں ہے: "وَ لَا یَحۡزُنۡکَ الَّذِیۡنَ یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡکُفۡرِ" یعنی "کفر میں بڑھ بڑھ کر حصہ لینے والوں کی حالت سے آپ غمگین نہ ہوں۔" اسی طرح سورۃ یونس میں ہے: "وَ لَا یَحۡزُنۡکَ قَوۡلُهُمۡ" یعنی "اور آپ کو اُن کی باتیں غم میں نہ ڈالیں۔"

اسی طرح سورۃ الحجر میں ہے: "وَ لَا تَحۡزَنۡ عَلَیۡهِمۡ وَ اخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ" یعنی "اور کافروں کا کچھ غم نہ کریں اور مسلمانوں پر شفقت رکھئے۔" اسی طرح سورۃ المائدہ (۴۱) میں ہے: "یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ لَا یَحۡزُنۡکَ الَّذِیۡنَ یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡکُفۡرِ" یعنی "اے رسول! جو لوگ کفر میں دوڑ دوڑ کر رہتے ہیں وہ آپ کو مغموم نہ کریں۔" اس طرح سورۃ الانعام (۳۳) میں ہے: "قَدۡ نَعۡلَمُ اِنَّهٗ لَیَحۡزُنُکَ الَّذِیۡ یَقُوۡلُوۡنَ فَاِنَّهُمۡ لَا یُکَذِّبُوۡنَکَ وَ لٰکِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجۡحَدُوۡنَ" یعنی "ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان کے اقوال مغموم کرتے ہیں، سو یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔"

اسی طرح سورۃ لقمان (۲۳) میں ہے: "وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنكَ كُفْرُهُ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ" یعنی "اور جو شخص کفر کرے سو آپ کے لیے اس کا باعث غم نہ ہونا چاہیے، ان سب کو ہمارے پاس ہی لوٹنا ہے۔" اسی طرح سورۃ النحل (۱۲۷) میں ہے: "وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ" یعنی "ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ تدبیر کیا کرتے ہیں اس سے دل تنگ نہ فرمائیں۔" اسی طرح سورۃ الحجر (۹۷-۹۸) میں ہے: "وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ، فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ" یعنی "اور واقعی ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں، اس سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں۔ سو (اس کا علاج یہ ہے کہ) آپ اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کرتے رہیے اور نماز پڑھنے والوں میں رہیے۔

## ۳:- حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ:

جب "حرص" کا استعمال "علیٰ" کے صلہ سے کیا جاتا ہے، تو اس کے معنی شدتِ طلب کے ہوتے ہیں، اس لیے آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ ہمارا نبی تو لوگوں کی نفع رسانی کا کمال طالب و شائق ہے۔ آیتِ بالا سے واضح طریقے سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع آدم کے مفاد اور رفاہ و صلاح کی آرزو بہ درجۂ کمال تھی۔ چنانچہ سورۂ یوسف (۱۰۴) میں ہے: "وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ" یعنی "بہت لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائیں گے، اگرچہ تجھ کو ان سے ایمان لے آنے کی بڑی چاہت ہے۔" نیز سورۃ النحل (۳۷) میں ہے کہ: "إِن تَحْرِصْ عَلَىٰ هُدَاهُمْ" سو اُن کے راہِ راست پر آنے کی آپ کو تمنی ہو تو (کچھ نتیجہ نہیں)، کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہدایت نہیں کرتا جس کو گمراہ کرتا ہے اس کے عناد کی وجہ سے، "وقيل: حريص على إيصال الخيرات لكم في الدنيا والآخرة" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے اس بات کے حریص ہیں، ان کو دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں نصیب ہوں۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منتہائے نظر اور کمال آرزو یہ ہی تھا کہ تمام عالم کے سر ایک ہی مالک وحدہٗ لاشریک لہ کے سامنے جھکے ہوئے ہوں۔ ربِ واحد کا دین واحد ہی تمام اصناف انسانی کو متحد و متفق بنانے والا ہو۔

ذرا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان دعاؤں پر نظر ڈالو، جو وقتاً فوقتاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کے حق میں فرمائی ہیں، وفات سے ایک ماہ پہلے ایک خطبہ کے آغاز میں فرمایا: "مسلمانو! اللہ تعالیٰ تمہیں سلامتی سے رکھے، تمہاری حفاظت فرمائے، تمہیں شر سے بچائے، تمہاری مدد کرے، تم کو بلند کرے، ہدایت اور توفیق دے، اپنی پناہ میں رکھے، آفتوں سے بچائے، تمہارے دین کو تمہارے لیے محفوظ بنائے۔" ذرا ان الفاظ پر غور کرو، ایک کے بعد دوسری دعا اور دوسری کے بعد تیسری گویا دعا و برکت دیتے تھکتے ہی نہیں، یہ اسی صفت "حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ" کا ظہور ہے۔ (رحمۃ للعالمین، ج:۲، ص:۷۹)

## ۴:- رَءُوفٌ، ۵:- رَحِيمٌ

صفاتِ بالا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو "رَءُوفٌ" اور "رَحِيمٌ" کے اسماء سے یاد فرمایا گیا ہے۔ "رَءُوفٌ"

رأفت سے مبالغہ کا صیغہ ہے، چنانچہ تفسیر قرطبی ج:۸،ص:۲۷۴ میں ہے:"الرؤف المبالغ في الرأفة والشفقة" اور یادرکھنا چاہیے کہ جو صیغے مبالغہ کے اوزان پر آتے ہیں، وہ معنی کثرت وفراوانی کا ادا کرتے ہیں۔ "رَحِیۡمٌ" رحم سے صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے اور جو صیغے صفتِ مشبہ کے اوزان پر آتے ہیں، صفت لازم اور معنی ثابت کے مظہر ہوتے ہیں، لہٰذ "رَحِیۡمٌ" کے معنی دائم الرحمت کے ہیں، چنانچہ سورۃ الحج (۶۵) اور سورۂ بقرہ (۱۴۳) میں ہے:"إِنَّ اللهَ بِالنَّاسِ لَرَؤُفٌ رَّحِيمٌ" یعنی "اللہ تعالیٰ انسانوں پر رؤف ورحیم ہے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ امر نہایت شرف وعنایت، تکریم وحرمت کا موجب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں وہ دونام بہ حالتِ ترکیبی تجویز فرمائے گئے جو اس ترکیب کے ساتھ ساتھ خود ذاتِ پاک سبحان کے لیے مستعمل ہوئے ہیں۔(رحمۃ للعالمین، ج:۲،ص:۸۰)

ذیل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وصفِ رأفت ورحمت کے چند نمونے بطور ایمان کی تازگی کے لیے درج کیے جاتے ہیں۔

۱: ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ:"كان رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم يتأخر لنا بالموعظة مخافة السامة علينا" (مسلم، ج:۲،ص:۳۷۷) یعنی"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں گاہ بہ گاہ (کبھی کبھی) وعظ سنایا کرتے تھے، اس اندیشے سے کہ روزانہ سننا ہم پر گراں نہ گزرے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اصول از راہِ شفقت ورأفت تھا کہ سامعین جس قدر بھی سنیں نشاطِ طبع اور حضورِ قلب سے سنیں اور آئندہ کے لیے شوق تمام باقی رہے۔

۲: عادتِ مبارکہ تھی جب بہ حالتِ نماز کسی بچے کے رونے کی آواز سن پاتے تو نماز ہلکی فرمادیتے کہ ماں بچے کو جلد سنبھال سکے۔(مسلم، ج:۱،ص:۱۸۸) آپ کا یہ عمل بھی شفقت کا مظہر تھا۔

۳: عادتِ مبارکہ تھی کہ سوار ہوکر کسی کو پیادہ ہمرکاب چلنے کی اجازت نہ فرماتے تھے، اگرچہ بہت سے فدائی اس خدمت کے تمنائی رہتے، یا تو اسے سوار کرالیتے تھے، یا واپس لوٹا دیتے تھے۔

۴: عادتِ مبارکہ تھی کہ جب کوئی مسلمان مقروض مرجاتا تھا تو اس کا قرض بیت المال سے قبل از تدفین ادا فرمادیتے تھے۔

۵: آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: کسی کی غیبت میرے سامنے مت کرو، میں نہیں چاہتا کہ کسی کی طرف سے میری صاف دلی میں فرق آئے۔

۶: بارہا ایسا بھی ہوا کہ ساری ساری رات اُمت کے حق میں دعا کرتے ہوئے گزر جاتی تھی۔(ترمذی:۱/۱۰۱)

۷: چھوٹے بچوں کو پیار کرتے، ان کو خود سلام کیا کرتے تھے، ان کے سر پر دستِ شفقت رکھتے۔ گلی میں کھیلتے ہوئے بچوں کو اپنی سواری کے پیچھے سوار کرلیتے تھے۔ غلاموں کے ساتھ سفید زمین پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں شامل ہوجاتے۔(رحمۃ للعالمین، ج:۲،ص:۸۱)

۸: جب کسی معاملے میں دو صورتیں سامنے آتیں تو آسان صورت کو اختیار فرماتے۔(بخاری:۲/۵۵۳)

۹: عبادتِ نافلہ چھپ چھپ کر ادا فرماتے تھے، تاکہ اُمت پر اس قدر عبادت کرنا شاق نہ ہو۔

۱۰: ایک بار سورج گرہن ہوا، نمازِ کسوف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم روتے تھے اور یوں دعا فرماتے تھے: ''رب ألم تعدني أن لاتعذبهم و أنا فيهم و هم يستغفرون و نحن نستغفرك۔'' (زادالمعاد، ج:۱،ص:۴۹)

۱۱: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گھر میں رسی لٹکتی دیکھی، پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: فلاں عورت نے لٹکا رکھی ہے، رات کو عبادت کرتی ہوئی جب اونگھنے لگتی ہے تو اس سے لٹک پڑتی ہے۔ فرمایا: اسے کھول دو اور عبادتِ نافلہ اس وقت تک کرو کہ نشاطِ طبع قائم رہے۔ (بخاری، ج:۱،ص:۱۵۴، باب ما یکرہ من التشدید في العبادۃ)

۱۲: بنی اُسید کی ایک عورت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ وہ تمام شب عبادت کرتی ہے، فرمایا کہ: ایسا نہ کرو، اعمال بقدرِ طاقت ادا کرو۔ (بخاری، ج:۱،ص:۱۵۴، کتاب التہجد۔ مسلم، ج:۱،ص:۲۶۷)

۱۳: عبداللہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ: میں نے سنا ہے کہ تم راتوں کو برابر جاگتے ہو اور دن کو روزہ برابر رکھتے ہو۔ عبداللہؓ نے کہا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کرو، اگر ایسا کروگے تو آنکھیں کمزور ہو جائیں گی اور جان تھک جائے گی۔ آپ پر آپ کے نفس کا بھی حق ہے، روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، بیدار بھی رہو، آرام بھی کرو۔ (بخاری، کتاب التہجد، ج:۱،ص:۱۵۴)

۱۴: صلوٰۃ التراویح کے متعلق صحیح مسلم (ج:۱،ص:۲۶۶) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو شب یہ نماز لوگوں کے ساتھ پڑھی اور تیسری شب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد میں نماز کے لیے تشریف نہ لے گئے اور پھر صبح کو فرمایا: ''مازال بكم صنيعكم حتى خشيت أن تفرض عليكم فتعجزوا عنها'' اس نماز کے لیے تمہارا آنا اور انتظار کرنا وغیرہ دیکھا، مجھے آنے میں صرف یہ خیال مانع ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کردی جائے۔ (بخاری:۱/ ۱۵۲)

۱۵: مسواک کے متعلق صحیح مسلم (ج:۱،ص:۱۲۸) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ: ''لو لا أن أشق علی أمتي لأمرتهم بالسواك عند كل صلوٰة'' یعنی ''اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کے وجوب کا حکم دیتا۔'' چونکہ مشقت کا خوف ہے، اس لیے واجب نہیں کرسکتا۔

۱۶: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عام عادت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ: ''إن كان رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ليدع العمل و هو يحب أن يعمل به خشية أن يعمل به الناس فيفرض عليهم۔'' یعنی ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایسے عمل کو بھی چھوڑ دیتے تھے، جس کا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پسند تھا، اس خیال سے کہ لوگ بھی عمل کرنے لگیں گے اور یہ ڈر رہوتا، کہیں وہ عمل فرض نہ ہوجائے۔'' (بخاری، ج:۱،ص:۱۵۲، کتاب التہجد)

۱۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ تہجد میں تھے، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اقتدا کو محسوس فرمایا تو نماز کو ہلکا کردیا۔

۱۸: فرض نماز میں تخفیف کے متعلق بخاری (ج:۱،ص:۹۷) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''إذا صلى أحدكم الناس فليخفف، فان فيهم الضعيف و السقيم و الكبير''یعنی ''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھائے تو مختصر کرے، کیونکہ نماز میں کمزور، بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں۔''ان کا لحاظ کیا کرو۔

۱۹: صحیح بخاری (ج:۱،ص:۵۵) میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شب معراج میں پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں، حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے حضور ﷺ کو فرمایا کہ: ''إن أمتک لاتطیق'' کہ آپ کی امت اتنی عبادت کی طاقت نہیں رکھتی، تب حضور ﷺ نے رجوع الی اللہ فرمایا، تخفیف ہوئی، موسیٰ علیہ السلام نے پھر بھی حضور ﷺ کو وہی کہا جو پہلے کہا تھا، حضور ﷺ ہر بار رجوع الی اللہ فرماتے رہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔اس واقعہ سے دو نتیجے صاف طور پر برآمد ہوتے ہیں:

(الف) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے فرمان کے کتنے مطاع تھے کہ جب پچاس نمازوں کا حکم ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارہ میں ذرا بھی لب کشائی نہیں فرمائی۔

(ب) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر کس قدر مہربان تھے کہ جب موسیٰ علیہ السلام جیسے تجربہ کار نبی نے ''إن أمتک لاتطیق'' کو دہرایا، تو فوراً اس پاک فطرت کا ظہور ہوا جو ''عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ'' کے تحت پنہاں تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار رجوع الی اللہ فرمایا۔(رحمۃ للعالمین، ج:۳،ص:۷۶)

۲۰: واقعاتِ بدر میں مذکور ہے کہ جب حملہ آورانِ مکہ قید کر لیے گئے، تو رات کو نبی ﷺ کو نیند نہ آئی، اِدھر سے اُدھر حضور ﷺ کروٹیں لیتے رہے، کرب و اضطراب نمایاں تھا، ایک انصاری صحابیؓ نے عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ تکلیف ہے؟ فرمایا: نہیں، مگر عباس کے کراہنے کی آواز میرے کان میں آرہی ہے، اس لیے مجھے چین نہیں آرہا، انصاری صحابیؓ چپکے سے اُٹھے، عباسؓ کی مشک بندی کھول دی، انہیں آرام مل گیا تو وہ فوراً سو گئے۔انصاری صحابیؓ پھر حاضرِ خدمت ہوئے، پوچھا کہ اب عباسؓ کی آواز کیوں نہیں آرہی؟ انصاری صحابیؓ بولے کہ میں نے اُن کے بندھن کھول دیئے ہیں۔فرمایا: جاؤ، سب قیدیوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرو۔جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ سب قیدی اب آرام سے ہیں، تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اضطراب دور ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی آرام فرما ہوئے۔ذرا سوچنا چاہیے کہ وہ قیدی تھے جنہوں نے (۱۳) تیرہ سال تک متواتر اہلِ ایمان کو ستایا، کسی کو آگ پر لٹایا، کسی کو خون میں نہلایا، کسی کو بھاری پتھروں کے نیچے دبایا، کسی کو سخت اذیتوں کے بعد خاک وخون میں سلا دیا تھا اور پھر ان پر نرمی اور یہ سلوک، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل و انصاف نے حضرت عباسؓ اور دوسرے قیدیوں میں کوئی امتیازی فرق قائم کرنا پسند نہ فرمایا، یہ تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحم دلی، اور طبعی شفقت و رأفت کا عالم۔(رحمۃ للعالمین، ج:۳،ص:۷۴)

۲۱: نبوت کے چھٹے سال کا ذکر ہے کہ ایک روز ہمارے نبی ﷺ کوہِ صفا پر بیٹھے ہوئے تھے، ابوجہل وہاں پہنچ گیا، اس نے حضور ﷺ کو گالیاں دیں اور جب حضور ﷺ گالیاں سن کر خاموش رہے، اس نے ایک پتھر حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر پھینک مارا، جس سے خون چلنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ کو خبر ہوئی، وہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے، قرابت کے جوش میں ابوجہل کے پاس پہنچے اور اس کے سر پر اس زور سے کمان کھینچ ماری کہ وہ زخمی ہوگیا، حضرت حمزہؓ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ گئے اور کہا: بھتیجے! تم یہ سن کر خوش ہوگئے کہ میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: چچا! میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوا کرتا، ہاں! تم مسلمان ہوجاؤ تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ حضرت حمزہؓ اسی وقت مسلمان ہوگئے۔ یہ محبت وشفقت، یہ پیار تو ماں باپ کو بھی اپنی سب اولاد کے ساتھ یکساں نہیں ہوتا، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ تھا۔ (رحمۃ للعالمین، ج:۱،ص:۵۸)

(۲) "فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا۔" (الکھف:۶) "اگر انہوں نے اس قرآن پاک کو نہ مانا تو شاید آپ ان کے پیچھے انتہائی غم سے اپنی جان کو ہلاک کردیں گے۔"

شانِ نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قریش کی ایک جماعت جس میں ربیعہ کے دونوں بیٹے: عتبہ اور شیبہ، ابوجہل بن ہشام، نضر بن حارث، عاص بن وائل اور اسود بن مطلب اور ابوالبختری شامل تھے، جمع ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلوایا اور آپ سے گفتگو کی اور بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مایوس ہوکر مجلس سے اُٹھ آئے، تو ان لوگوں کی مخالفت اور نصیحت سے سرتابی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قلبی تکلیف ہوئی، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کے لیے آیتِ بالا نازل ہوئی۔ (روح المعانی:۸/۲۰۵) "والغرض تسلية الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔" (تفسیر کبیر:۷/۴۲۶) "وفي الآية تسلية لرسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تزيل غمه وهو شفقة عظيمة۔" (نسیم الریاض:۱/۲۳۶)

"اَسَفًا" انتہائی غم وغصہ جیسے کسی کے دوست اس کو تنہا چھوڑ کر چلے جائیں، وہ اس فراق پر صبر نہ کرسکے اور غم سے گھل کر مرجائے۔ یہی حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی، آپ کو سردارانِ قریش کے ایمان لے آنے کی انتہائی فکر وخواہش تھی اور ان کی سرتابی سے بہت زیادہ اندوہ وملال تھا، آپ نے انتہائی اندوہ وحسرت کو اس فراق زدہ کے غم سے تشبیہ دی جس کو فراقِ احباب نے جان ہار بنادیا ہو۔ (مظہری، ج:۷،ص:۱۷۱)

(۳) نیز اس مضمون کی ایک آیت سورۃ الشعراء (۳) میں بھی ہے: "لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ" (شاید آپ اپنی جان کھودیں گے اس وجہ سے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔) اس آیت کا نزول بھی اس وقت ہوا کہ جب اہلِ مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی اور آپ کو یہ بات نہایت شاق گزری، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت زیادہ تمنا اور رغبت تھی کہ اہلِ مکہ مسلمان ہوجائیں، اس آیت کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی گئی۔

فائدہ: "بخع نفسه": اس نے غم میں اپنی جان ہلاک کردی۔ (مظہری، ج:۷،ص:۱۷۱)

(۴) "وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى" (سورۃ الضحیٰ:۵) "آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔" شانِ نزول: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: الٰہی!

میری امت کو بخش دے، میری امت کو بخش دے اور رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: اے جبرئیل! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جا کر کہہ دے کہ تیری امت کے معاملہ میں تجھے راضی کر دیں گے، تجھ کو دکھ نہ دیں گے۔ (بغوی: ۴/ص: ۴۹۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میں اپنی امت کی سفارش کروں گا اور اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا، یہاں تک کہ میرا رب ندا دے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا تو اب راضی ہو گیا؟ میں عرض کروں گا: ہاں! میرے رب! میں راضی ہو گیا۔ (مظہری: ۱۲/ ۴۴۵) جب مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اذاً لا أرضی و واحد من أمتي في النار" (قرطبی: ۲۰/ ۸۷) یعنی "اگر میری امت میں سے ایک بھی دوزخ میں رہ گیا تو میں راضی نہ ہوں گا۔" (مظہری: ۱۲/ ۴۴۵)۔

حضرت زین العابدینؒ فرماتے ہیں کہ: اے گروہِ اہل عراق! تم کہتے ہو کہ قرآن پاک میں سب سے زیادہ اُمید دلانے والی آیت "یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللہِ" ہے اور ہم اہل بیتؓ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سب سے زیادہ امید آفرین آیت "وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی" ہے۔ (مظہری: ۱۲/ ۴۴۵)

(۵) "وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" (الانبیاء: ۱۰۷) "اور ہم نے آپ کو کسی اور بات کے واسطے نہیں بھیجا، مگر دونوں جہانوں پر مہربانی کرنے کے لیے۔" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مقبولین کی برکات بلا اُن کے قصد کے تمام عالم کو پہنچتی ہیں، جیسے آفتاب کی شعاعیں بدوں اس کے قصد و علم کے سب کو پہنچتی ہیں۔ (بیان القرآن، ص: ۶۵۰)

فائدہ: "عٰلَمِیْنَ"، "عَالَمْ" کی جمع ہے، جس میں ساری مخلوقات انسان، جن، حیوانات، نباتات، جمادات سب ہی داخل ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سب کے لیے رحمت ہونا اس طرح ہے کہ تمام کائنات کی حقیقی روح اللہ کا ذکر اور اس کی عبادت کرنا ہے، یہی وجہ ہے کہ زمین سے جب یہ روح نکل جائے گی اور زمین پر اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا تو ان چیزوں کی موت یعنی قیامت آجائے گی اور جب ذکر اللہ اور عبادت کا ان سب چیزوں کی روح ہونا معلوم ہو گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان چیزوں کے لیے رحمت ہونا بھی خود بخود ظاہر ہو گیا، کیونکہ اس دنیا میں قیامت تک ذکر اللہ اور عبادت آپ ہی کے دم قدم اور تعلیمات سے قائم ہے۔ (معارف القرآن، ج: ۶، ص: ۳۳۴)

اگر کوئی بدبخت اس رحمت عامہ سے خود ہی منتفع نہ ہو تو یہ اس کا قصور ہے، آفتابِ عالم تاب سے روشنی اور گرمی کا فیض ہر طرف پہنچتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص اپنے اوپر تمام دروازے اور سوراخ بند کر لے تو یہ اس کی دیوانگی ہوگی، آفتاب کے عمومِ فیض میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ اور یہاں تو رحمۃ للعالمین کا حلقۂ فیض اس قدر وسیع ہے کہ جو محروم القسمت مستفید نہ ہونا چاہے اس کو بھی کسی نہ کسی درجہ میں بے اختیار رحمۃ للعالمین کا حصہ پہنچ جاتا ہے، چنانچہ دنیا میں علومِ نبوت اور تہذیب و انسانیت کے اصول کی عام اشاعت سے ہر مسلم و کافر اپنے اپنے مذاق کے موافق فائدہ اُٹھاتا ہے۔ (تفسیر عثمانی: ۲/ ۱۲۶)

فائدہ: مجموعۂ عالم میں آسمان، زمین، چرند، پرند، چھوٹے، بڑے حیوانات اور جمادات سبھی داخل ہیں، قیامت

آئے گی تو کچھ بھی نہ رہے گا۔ سب کا بقا اہلِ ایمان کی وجہ سے ہے اور ایمان کی دولت رحمۃٌ للعالمین سے ملی ہے، اس اعتبار سے آپ کا رحمۃٌ للعالمین ہونا ظاہر ہے۔ (انوار البیان: ۶/ ۱۷۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''أنا رحمة مهداة برفع قوم و خفض آخرين'' (ابن کثیر: ۳/ ۲۵۱) یعنی ''میں اللہ کی بھیجی ہوئی رحمت ہوں، تا کہ اللہ کا حکم ماننے والی قوم کو سر بلند کردوں اور دوسری قوم جو اللہ کا حکم ماننے والی نہیں ہے ان کو پست کردوں۔

فائدہ: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت عالمین کے ہر فرد کو شامل ہے، خواہ وہ ملائکہ ہوں، انسان ہوں، جنات ہوں، مؤمن ہوں، کافر ہوں، چنانچہ فرماتے ہیں: ''و الذى اختاره أنه صلى الله عليه وآله وسلم إنما بعث رحمة لكل فرد فرد من العالمين ملائكتهم و إنسهم و جنهم و لا فرق بين المؤمن و الكافر من الإنس و الجن في ذلك۔'' (روح المعانی: ۹/ ۱۵۶) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار کے لیے بھی رحمت تھے، جیسا کہ حسب ذیل روایت سے معلوم ہوتا ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا گیا کہ آپ مشرکین کے لیے بددعا کریں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''إني لم أبعث لعاناً و إنما بعثت رحمةً'' یعنی ''میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' (روح المعانی: ۹/ ۱۰۶) حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے عالمین کے لیے رحمت بنا کر اور متقیوں کے لیے ہدایت بنا کر بھیجا ہے: ''إن الله بعثني رحمة للعالمين و هدى للمتقين۔'' (الدر المنثور: ۴/ ۶۱۴)

شیخ ابوبکر بن طاہرؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زینتِ رحمت سے مزین فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود رحمت ہے اور جس کو دیکھا اس پر رحمت ہے اور آپ کا خوش ہونا، بلکہ ناراض ہونا اور آپ کا نزدیک ہونا، بلکہ دور کردینا اور تمام شمائل وصفات؛ آپ کی رحمت ہیں، پس جس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت سے کچھ پہنچا، وہ دونوں جہاں میں ہر ناپسند سے نجات پانے والا ہے اور اپنی مراد کو پہنچ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی بھی رحمت ہے اور آپ کا وفات فرمانا بھی رحمت ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: میری زندگی تمہارے واسطے رحمت ہے اور میری موت تمہارے لیے رحمت ہے۔ (الشفاء: ۱/ ۱۰۱)

فائدہ: آپ کی زندگی امت کے لیے باعثِ رحمت ہے، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی میں شریعتِ مطہرہ کے احکام ومسائل بیان فرمائے تھے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجودِ مطہر عذاب سے مانع اور آپ کی موت باعثِ رحمت ہے، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے دن مجھے اپنی امت کے اعمال دکھائے جاتے ہیں، اگر اچھے اعمال ہوتے ہیں اللہ کی حمد کرتا ہوں اور اگر برے اعمال ہوتے ہیں تو امت کے ان افراد کے لیے استغفار کرتا ہوں۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: میں اپنی وفات کے بعد اپنی قبر میں صور پھونکے جانے تک اپنی امت کے لیے ''اُمتي اُمتي'' کہہ کر اللہ سے بلندیِ درجات اور بخشش کی دعا کرتا رہوں گا: ''إذا مت لا أزال أنادي في قبري أمتي أمتي حتى ينفخ في

الصور۔"(نسیم الریاض:۱/۱۰۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ مؤمنوں کے لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا وآخرت میں رحمت تھے اور غیر مؤمنوں کے لیے بھی آپ دنیا میں رحمت تھے کہ وہ زمین میں دھنسائے جانے سے اور آسمان سے پتھر برسائے جانے سے بچ گئے، جیسے اگلی امتوں کے منکروں پر یہ عذاب آئے۔ (ابن کثیر:۳/۲۰۱)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جب کسی اُمت پر کرم فرماتے ہیں تو اس کے نبی کو اُمت کی ہلاکت سے پہلے ہی اُٹھا لیتے ہیں، پھر وہ نبی اپنی امت کے لیے پیش رو ہوتا ہے: "فجعله لها فرطا و سلفا" اور جب کسی امت کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس نبی کی زندگی میں عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں اور نبی ان کے عذاب کا مشاہدہ کرتا ہے اور اپنی امت کی ہلاکت سے آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے کہ انہوں نے اس کی تکذیب کی ہوتی ہے اور اس کے حکم کی نافرمانی کی ہوتی ہے۔(مسلم،ج:۲،ص:۲۴۹)

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا: اے جبرئیل! کیا آپ کو میری رحمت سے کچھ فائدہ حاصل ہوا ہے؟ اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! وہ اس طرح کہ مجھے اپنے سوءِ خاتمہ کا خوف لاحق تھا، لیکن جب آپ پر قرآن پاک کی آیت "اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ذِىۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيۡنٍ" (التکویر:۱۹ تا ۲۱) نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے میری تعریف فرمائی تو مجھ سے یہ خوف ختم ہوگیا:"والمراد: فصرت ببركة القرآن الذي نزل عليك لثناء الله عز وجل عليَّ بقوله:"ذِىۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ.. الخ"۔(الشفاء:۱/۱۰۵)

علامہ ابن القیمؒ نے"مفتاح السعادۃ" میں لکھا ہے کہ:

"اللہ پاک انبیاء علیہم السلام کو اور آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر نہ بھیجتے تو پورے عالم میں یقینی طور پر علم نافع نہ ہوتا، اور نہ کہیں عمل صالح نظر آتا، اور نہ ہی معاشرے میں کوئی اچھائی نظر آتی اور نہ ہی کسی مملکت میں کوئی مضبوطی دکھائی دیتی، اور لوگ، جانور، درندے، پھاڑنے والے اور باؤلے کتے کی طرح ہو کر ایک دوسرے پر حملے کر کے جان لینے والے ہوتے۔ پورے عالم میں کہیں بھی کسی صورت میں خیر کی چنگاری نظر آتی ہے تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے آثارِ تعلیمات کے نتیجے میں سے ہے اور ہر قسم کا شر جو عالم میں واقع ہوا ہے یا ہوگا وہ آثارِ نبوت، تعلیماتِ نبوت کے پردۂ خفا میں چلے جانے کی وجہ سے ہے، اس لیے کہ عالم بمنزلہ جسم کے ہے اور اس کی روح نبوتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور کوئی بھی جسم بغیر روح کے قائم نہیں ہوسکتا، اس لیے جب نبوت کا سورج عالم میں گرہن ہوگا اور نبوت کے آثار و تعلیمات دنیا میں باقی نہ رہیں گے تو آسمان پھٹ جائے گا، ستارے جھڑ جائیں گے، سورج لپیٹ لیا جائے گا، اس لیے دنیا کا قیام ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کے آثار و تعلیمات کے بقا میں ہے۔" (روح المعانی، ج:۹،ص:۱۰۵)

# حلیہ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

# بزبانِ ام معبد

ترجمہ: قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ

عن حُبَيْشِ بْنِ خَالِدٍ صَاحِبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ، وَخَرَجَ مِنْهَا مُهَاجِرًا إِلَى الْمَدِينَةِ، وَهُوَ وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَمَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَدَلِيلُهُمَا اللَّيْثِيُّ عَبْدُ اللهِ بْنِ الْأُرَيْقِطِ مَرُّوا عَلَى خَيْمَتَيْ أُمِّ مَعْبَدٍ الْخُزَاعِيَّةِ، وَكَانَتْ بَرْزَةً جَلْدَةً تَحْتَبِي بِفِنَاءِ الْقُبَّةِ، ثُمَّ تَسْقِي وَتُطْعِمُ۔ فَسَأَلُوهَا لَحْمًا وَتَمْرًا لِيَشْتَرُوهُ مِنْهَا، فَلَمْ يُصِيبُوا عِنْدَهَا شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ، وَكَانَ الْقَوْمُ مُرْمِلِينَ مُسْنِتِينَ، فَنَظَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَاةٍ فِي كِسْرِ الْخَيْمَةِ، فَقَالَ:

"مَا هَذِهِ الشَّاةُ يَا أُمَّ مَعْبَدٍ؟" قَالَتْ: خَلَّفَهَا الْجَهْدُ عَنِ الْغَنَمِ، قَالَ: "فَهَلْ بِهَا مِنْ لَبَنٍ؟"، قَالَتْ: هِيَ أَجْهَدُ مِنْ ذَلِكَ۔ قَالَ: "أَتَأْذَنِينَ أَنْ أَحْلُبَهَا؟"؟ قَالَتْ: بَلَى بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، نَعَمْ إِنْ رَأَيْتَ بِهَا حَلْبًا فَاحْلُبْهَا، فَدَعَا بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَسَحَ بِيَدِهِ ضَرْعَهَا وَسَمَّى اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَدَعَا لَهَا فِي شَاتِهَا، فَتَفَاجَتْ عَلَيْهِ وَدَرَّتْ وَاجْتَرَّتْ وَدَعَا بِإِنَاءٍ يُرْبِضُ الرَّهْطَ فَحَلَبَ فِيهَا ثَجًّا حَتَّى عَلَاهُ الْبَهَاءُ، ثُمَّ سَقَاهَا حَتَّى رَوِيَتْ، وَسَقَى أَصْحَابَهُ حَتَّى رَوَوْا، وَشَرِبَ آخِرَهُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ أَرَاضُوا ثُمَّ حَلَبَ فِيهَا ثَانِيًا بَعْدَ بَدْءٍ حَتَّى مَلَأَ الْإِنَاءَ، ثُمَّ غَادَرَهُ عِنْدَهَا ثُمَّ بَايَعَهَا وَارْتَحَلُوا عَنْهَا۔

فَقَلَّمَا لَبِثَتْ حَتَّى جَاءَ زَوْجُهَا أَبُو مَعْبَدٍ يَسُوقُ أَعْنُزًا عِجَافًا يَتَسَاوَكْنَ هُزْلًا ضُحًى، مُخُهُنَّ قَلِيلٌ، فَلَمَّا رَأَى أَبُو مَعْبَدٍ اللَّبَنَ عَجِبَ، وَقَالَ: مِنْ أَيْنَ لَكِ هَذَا اللَّبَنُ يَا أُمَّ مَعْبَدٍ؟ وَالشَّاةُ عَازِبٌ حِيَالٌ، وَلَا حَلُوبَةَ فِي الْبَيْتِ؟، قَالَتْ: لَا وَاللهِ إِلَّا أَنَّهُ مَرَّ بِنَا رَجُلٌ مُبَارَكٌ مِنْ حَالِهِ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: صِفِيهِ لِي يَا أُمَّ مَعْبَدٍ، قَالَتْ:

رَأَيْتُ رَجُلًا ظَاهِرَ الْوَضَاءَةِ، أَبْلَجَ الْوَجْهِ، حَسَنَ الْخَلْقِ، لَمْ تَعِبْهُ ثُجْلَةٌ، وَلَمْ تُزْرِ بِهِ صَعْلَةٌ وَسِيمٌ فِي عَيْنَيْهِ دَعَجٌ وَفِي أَشْفَارِهِ وَطَفٌ، وَفِي صَوْتِهِ صَهَلٌ، وَفِي عُنُقِهِ سَطَعٌ، وَفِي لِحْيَتِهِ كَثَاثَةٌ، أَزَجُّ أَقْرَنُ، إِنْ صَمَتَ فَعَلَيْهِ الْوَقَارُ، وَإِنْ تَكَلَّمَ سَمَاهُ وَعَلَاهُ الْبَهَاءُ، أَجْمَلُ النَّاسِ وَأَبْهَاهُ مِنْ بَعِيدٍ، وَأَحْلَاهُ وَأَحْسَنُهُ مِنْ قَرِيبٍ، حُلْوُ الْمَنْطِقِ، فَصْلٌ لَا هَذِرٌ وَلَا تَزِرٌ، كَأَنَّ مَنْطِقَهُ خَرَزَاتُ نَظْمٍ يَتَحَدَّرْنَ، رَبْعٌ لَا يَأْسَ مِنْ طُولٍ، وَلَا تَقْتَحِمُهُ عَيْنٌ مِنْ قِصَرٍ، غُصْنٌ بَيْنَ غُصْنَيْنِ فَهُوَ أَنْضَرُ الثَّلَاثَةِ مَنْظَرًا، وَأَحْسَنُهُمْ قَدْرًا۔

لَهُ رُفَقَاءُ يَحُفُّونَ بِهِ، إِنْ قَالَ أَنْصَتُوا لِقَوْلِهِ، وَإِنْ أَمَرَ تَبَادَرُوا إِلَى أَمْرِهِ، مَحْفُودٌ مَحْشُودٌ لَا عَابِسٌ وَلَا

مُفَنَّدٌ، قَالَ أَبُو مَعْبَدٍ: هُوَ وَاللهِ صَاحِبُ قُرَيْشٍ الَّذِي ذُكِرَ لَنَا أَمْرُهُ مَا ذُكِرَ بِمَكَّةَ وَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَصْحَبَهُ وَلَأَفْعَلَنَّ إِنْ وَجَدْتُ إِلَى ذَلِكَ سَبِيلًا. (رواه الطبرانی فی المعجم الکبیر: ۴/ص: ۴۸/رقم: ۳۶۰۵)

صحابی رسول حضرت حبیش بن خالد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے لئے نکلے، آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور آپؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تھے، جب کی راستہ بتانے والے عبداللہ اللیثی تھے۔ تو غار ثور سے نکل کر پہلے ہی دن اس مبارک قافلے کا گزر خیمہ ام معبد پر ہوا، یہ عورت قوم خزاعہ سے تھی، مسافروں کی خبر گیری اور ان کی تواضع کے لیے مشہور تھی، سرِ راہ پانی پلایا کرتی تھی، اور مسافر وہاں ٹھہر کر ستایا کرتے تھے، یہاں پہونچ کر بڑھیا سے پوچھا: کہ اسکے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ وہ بولی: نہیں، اگر کوئی شئ موجود ہوتی تو دریافت کرنے سے پہلے میں خود حاضر کر دیتی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیمہ کے گوشے میں ایک بکری دیکھی پوچھا: یہ بکری کیوں کھڑی ہے؟ ام معبد نے کہا: کمزور ہے، ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اجازت ہے کہ ہم اسے دوھ لیں؟ ام معبد نے کہا: اگر دودھ معلوم ہوتا ہے تو دوھ لیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بسم اللہ کہہ کر بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا، برتن مانگا، وہ ایسا بھر گیا کہ اچھل کر زمین پر گیا، یہ دودھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہمراہیوں نے پی لیا، دوسری دفعہ پھر بکری کو دوہا گیا، برتن بھر گیا، اور ام معبد کے لیے چھوڑ دیا گیا، اور آگے کو روانہ ہو گئے۔

کچھ دیر بعد ام معبد کا شوہر آیا، خیمہ میں دودھ کا بھرا ہوا برتن دیکھ کر حیران ہو گیا، کہ یہ کہاں سے آیا؟ ام معبد نے کہا: کہ ایک بابرکت شخص یہاں آیا، اور یہ دودھ اسکے قدوم کا نتیجہ ہے، وہ بولا: یہ تو وہی صاحب قریش معلوم ہوتا ہے جسکی مجھے تلاش تھی، اچھا تم ذرا اسکی توصیف تو کرو! ام معبد بولیں:

"پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، نہ توند (پیٹ) باہر کو نکلی ہوئی، نہ چندیا (سر) کے بال گرے ہوئے، زیبا، صاحب جمال، آنکھیں سیاہ و فراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردمک، سرگیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگھریالے بال، خاموش وقار کے ساتھ، گویا دل بستگی لئے ہوئے، دور سے دیکھنے میں زیبندہ و دلفریب، قریب سے نہایت شیریں وکمال حسین، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کمی وبیشی الفاظ سے مبرا، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی، میانہ قد کہ کوتاہی نظر سے حقیر نظر نہیں آتے، نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی، زیبندہ نہال کی تازہ شاخ، زیبندہ منظر والا قد، رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے گرد وپیش رہتے ہیں، جب وہ کچھ کہتا ہے: تو چپ چاپ سنتے ہیں، جب حکم دیتا تو تعمیل کے لیے جھپٹتے ہیں، مخدوم، مطاع، نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو۔"

# خوارق ومعجزات اور سائنس

مولانا محمد بدیع الزماںؒ

## حواس وعقل کا دائرہ کار

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو انسانی زندگی کے ہر گوشہ اور ہر موڑ پر انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ دنیا کے معاملات ہوں یا آخرت کے احوال، اسلام نے سب کی تفصیلات اور زندگی کی ہر مشکل کا قابلِ عمل حل پیش کیا ہے۔ اسلام دینِ فطرت ہے، اس لیے اس کا ہر حکم عقلِ سلیم اور فطرتِ صحیحہ کے موافق ہے۔ اگر کسی شخص کو اسلامی عقائد واعمال میں سے کوئی چیز خلافِ عقل نظر آتی ہے تو یہ دراصل اس کی عقل کا قصور ہے۔ عقل بھی تو ایک قوتِ شاعرہ ہی ہے۔ ہر حس وشعور کا دائرۂ عمل محدود ہوتا ہے۔ قوتِ باصرہ (آنکھ) ایک خاص حد تک کام کرتی ہے، اس سے آگے عاجز ہے۔ قوتِ سامعہ (کان) سے بھی ایک مخصوص حد تک استفادہ کیا جاتا ہے، لیکن اگر متکلم مخاطب سے بعید اور اس کی نگاہ سے اوجھل ہو تو نہ اس کی آواز سنی جاسکتی ہے اور نہ اس کی شکل وصورت دکھائی دیتی ہے۔ اسی بنا پر کوئی شخص اس کا دعویٰ نہیں کرتا کہ جو چیز میری نگاہ کے احاطہ میں نہیں ہے، وہ دراصل موجود نہیں ہے۔

اسی طرح عقل کا دائرۂ ادراک وشعور بھی محدود ہے، ہر چیز کو میزانِ عقل پر وزن نہیں کیا جاسکتا، عقل کی ترازو میں امورِ آخرت، حقیقت وآثارِ نبوت، ذات وصفاتِ الٰہی کی تفصیلات کو نہیں تولا جاسکتا۔ اس کی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی شخص سونا تولنے کی ترازو (کانٹے) میں پہاڑوں کو تولنے لگے، تو لنے والے کی حماقت ہے۔ علاوہ ازیں جس طرح آنکھ میں بصارت کا مادہ اور بینائی کی قوت موجود تو ہے، لیکن وہ تاریکی میں قوتِ باصرہ سے کام لینے کے لیے خارجی روشنی کی محتاج ہے، اسی طرح عقلِ انسانی بھی ماوراء العقل اُمور کے ادراک میں وحیِ الٰہی کی محتاج ہے۔

لہٰذا اگر عقل کے ساتھ وحیِ الٰہی کا لطیف ونور آفریں تعلق باقی رہے تو اسلام کا کوئی حکم خلافِ فطرت اور خلافِ حقیقت نظر نہیں آسکتا، لیکن اگر وحیِ سماوی اور تعلق مع اللہ کا کنکشن منقطع ہوجائے تو قدم قدم پر انسانی عقل اسی طرح ٹھوکریں کھاتی ہے، جیسے اندھیرے میں بینائی کی قوت، حتیٰ کہ پیشِ پا اُفتادہ حقائق اور بدیہیات بھی اس کے لیے نظریات بن جاتے ہیں، اسی لیے شریعتِ اسلامیہ نے عقل کو علم ومعرفت کے باب میں مختارِ کل نہیں بنایا، بلکہ وحیِ ربانی کے تابع رکھ کر اس سے استفادہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

## عقل مند کون؟

موجودہ دور میں ملحدینِ یورپ کی کورانہ تقلید یا جدید تعلیم وتہذیب کے مسموم اثرات کی وجہ سے مسلمانوں میں

ایک ایسا طبقہ پیدا ہوگیا، جو اسلام کے معتقدات اور مسلمہ حقائق کو خلافِ فطرت کہہ کر ان کا مذاق اُڑاتا ہے، بلکہ سنجیدگی کے ساتھ ان پر غور کرنے اور سمجھنے کی کوشش کرنے کے بجائے اس تمسخر واستہزاء کو اپنے لیے سامانِ تفریح اور اپنی مجالس کو اس سے پُر رونق بناتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ یہ لوگ انتہائی وقاحت اور بے شرمی کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ چونکہ یہ مسائل ہماری روشن عقل کے خلاف ہیں، اس لیے ہم اُن کو تسلیم نہیں کر سکتے، ستم ظریفی ملاحظہ ہو: جنوں کا نام خِرد رکھ لیا خرد کا جنوں

کاش! ان دشمنانِ عقل و دین سے کوئی دریافت کرے کہ تمہیں پتہ ہے کہ عقل کی حقیقت کیا ہے؟ اہلِ عقل کہلانے کے مستحق کون لوگ ہیں؟ اور کس نے تمہیں عقلاء کی فہرست میں شامل کیا ہے؟

''برعکس نام زنگی نہند کافور'' اسلام کا مذاق اُڑانے والے خداوندانِ مغرب کے نزدیک بے شک اہلِ عقل ہو سکتے ہیں، لیکن قرآن وسنت کی اصطلاح میں ان کا شمار مجانین وسفہاء بلکہ ''أُولٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ'' کے زمرہ میں ہوتا ہے، لیکن انہی مدعیانِ عقل ودانش کے سامنے اگر کوئی تاریخی واقعہ پیش کیا جائے تو اس کو تسلیم کرنے میں اُن کو کوئی تأمل نہیں ہوتا، چاہے وہ کتنا ہی بعید از عقل کیوں نہ ہو، خصوصاً اگر کسی انگریز مؤرخ یا مستشرق نے اس کو قلمبند کیا ہو تو اس کا درجہ تو اُن کے نزدیک ایمان ویقین کے لحاظ سے وحیِ ربانی سے بھی زائد ہوگا۔

## مدعیانِ عقل کے تضادات

ذیل میں دو تاریخی واقعات درج کیے جاتے ہیں، جن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان مدعیانِ عقل وخرد کو اُن کے تسلیم کرنے میں تو کوئی کلام نہیں، لیکن اگر اس قسم کا واقعہ شریعت نے بیان کیا ہوتا تو اس میں ان دشمنانِ عقل ودین کو صدہا کیڑے نظر آتے اور صاف کہہ دیتے کہ خلافِ عقل ہے، ہم نہیں مانتے:

1- ہنگری میں دو لڑکیاں پیدا ہوئیں، دونوں کے تمام اعضاء مستقل اور الگ الگ تھے، لیکن دونوں کے سرین (پچھلا حصہ) اس طرح ایک کا دوسرے سے جڑا ہوا تھا کہ دونوں کا مخرجِ براز (فضلہ نکلنے کی جگہ) ایک ہی تھی، اسی ایک راستہ سے دونوں قضاء حاجت کرتی تھیں، پیشاب گاہ الگ الگ تھی، جب ایک کو پیشاب کی حاجت ہوتی تو دوسری منقبض ہوجاتی۔ عمر کے چھٹے سال میں ایک کے اعضاء کسی مرض سے شل ہوگئے، اسی حالت میں وہ عمر بھر پھرتی رہی، لیکن دوسری کے اعضاء صحیح سالم تھے، بلوغ کی علامات بیک وقت دونوں میں ظاہر ہوئیں، جب بائیس سال کی عمر ہوئی تو ایک کو شدید بخار ہوا اور اسی مرض میں اس کا انتقال ہوگیا، تین گھنٹہ کے بعد دوسری بھی مرگئی اور ساتھ ہی دونوں کو دفن کیا گیا''

2- ایک چینی لڑکا جس کی عمر بارہ برس کی تھی، اپنے سینہ پر دوسرا بچہ اُٹھائے ہوئے تھا، اس دوسرے بچے کا سر اُس کے سینہ کے اندر چھپا ہوا تھا، باقی دھڑ اُس کے سینہ سے گھٹنوں تک لٹکا رہتا تھا، اس بچہ میں کافی شعور تھا، ذرا سے چھونے سے وہ متأثر ہوتا اور اس سے وہ اُٹھانے والا بھی متاثر ہوتا۔

اس قسم کے متعدد واقعات انسائیکلو پیڈیا میں موجود ہیں، یہ مدعیانِ عقل وخردان کو تو بلا کسی تردُّد کے تسلیم کر لیتے

ہیں، لیکن اگر خرقِ عادت کے طور پر انبیاءؑ واولیاءؒ سے کوئی اسی قسم کی خلافِ عادت چیز ظہور میں آئے تو اس میں شکوک وشبہات پیدا ہوجاتے ہیں اورنہیں مانتے۔

## شکوک وشبہات کی وجہ

یہ مرض دراصل وحیِ الٰہی کی عظمت کے شعور سے محروم ہونے اور ایمان کی کمزوری کا نتیجہ ہے۔ اگر خلاّقِ عالم کی قدرت پر یقین کامل ہوتو تمام ''خوارق'' (معجزات وکرامات) پر ایمان لانے میں کسی قسم کا کوئی مانع پیش نہیں آسکتا۔ یہی وجہ تھی کہ جب معراج کا ایمان افروز واقعہ کفار نے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا، تاکہ ان سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرائیں، توصدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس میں کونسی تعجب کی چیز ہے؟! ''ملاِ اعلیٰ'' سے ''وحی'' آنے پر جب میں ایمان لاچکا ہوں تو اس واقعۂ صادقہ کے تسلیم کرنے میں مجھے کیا تأمل ہوسکتا ہے؟۔

موجودہ پُرفتن دور میں مادہ پرستی اور خدا ورسول کی تعلیمات سے بے گانگی حد سے زیادہ بڑھ جانے کی وجہ سے معجزات وکرامات کو یہ کہہ کر رد کردیا جاتا ہے کہ: ''یہ چیزیں قانونِ قدرت کے خلاف ہیں اور انسانی عقل کی رسائی سے باہر ہیں، اس لیے ہم نہیں مانتے۔''

معجزہ کو خلافِ قانونِ قدرت کہنا درحقیقت جہل کی دلیل ہے، ہاں! اس کی صحیح تعبیر یہ ہے کہ معجزہ یا کرامت عام قانونِ قدرت کے خلاف ہوتا ہے، اس لیے کہ اگر معجزہ عام انسانی دسترس سے باہر نہ ہوتو پھر وہ معجزہ ہی نہیں ہوسکتا۔ تاریخ کے اوراق میں بے شمار ایسے خوارق موجود ہیں جن کی صداقت پر کسی کو تردُّد نہیں ہوتا، اگر ایسے ہی خوارق کسی صاحبِ نبوت وولایت ہستی سے صادر ہوں تو اس میں کیا استحالہ ہے؟! اور ان کے قبول کرنے میں کیو تأمل ہے؟! فرانس کے مشہور فیلسوف کامل ''فلاریوں'' نے اپنی کتاب ''المجهول والمسائل الروحية'' میں لکھا ہے:

''۱- ایک عورت کا پستان بائیں ران پر تھا، وہ اس سے بچہ کو دودھ پلاتی تھی۔ ۲- جاپان میں تباہ کن زلزلہ آیا تھا جس سے کئی بستیاں تہ وبالا ہوگئیں ۳- ضلع ہردوئی میں ایک بگولا اُٹھا تھا جس سے ایک جھیل کا پانی خشک ہوگیا اور دوسری جگہ جھیل بن گئی۔'' اس قسم کے خوارق کو کوئی غلط نہی کہتا، لیکن اگر یہ کہا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ آیا، اس کے چودہ کنگرے گر گئے یا فارس کے آتش کدہ کی ہزار سالہ آگ بجھ گئی تو ان واقعات کے تسلیم کرنے میں پس وپیش ہونے لگتا ہے۔

## سائنسی تحقیقات سے معجزات وکرامات کی تائید

سائنس کی محیر العقول ایجادات سے قبل تو معجزات وخوارق وغیرہ کو سمجھنے اور سمجھانے میں دقت پیش آسکتی تھی، لیکن اس سائنسی دور میں تو خوارق ومعجزات پر ایمان لانے میں کوئی اشکال پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ درحقیقت سائنس کے اکتشافات

نے تسلیمِ خوارق کے لیے راہ ہموار کردی۔ امام العصر حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا سید انور شاہ قدس سرہٗ کا ارشاد ہے:

’’اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو جو معجزات عطا فرمائے ہیں، وہ دراصل اس بات کی طرف اشارہ ہیں کہ مستقبل میں (سلسلۂ نبوت ختم ہونے کے بعد) لوگ مادی وسائل واسباب کے ذریعہ ان جیسے خوارق تک رسائی حاصل کیا کریں گے، جن کا ظہور انبیاء ورسل سے بغیر اسباب ووسائل کے ہوا تھا، تاکہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ وقاہرہ کا ظہور ہوتا رہے۔‘‘

حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا پر اُڑ کر صبح سے شام تک دو ماہ کی مسافت طے کرتا تھا، آج فضا میں ہزاروں میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ہوائی جہاز پرواز کرتے ہیں، جو کام الیکٹرک سے ہوسکتا ہے کیا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی تصدیق کے لیے وہی کام بغیر الیکٹرک کے ظاہر نہیں کرسکتے؟!

حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولیاں بخوبی سمجھتے تھے، جبکہ عام انسان طیور کی چہچہاہٹ کو مہمل اور بے معنی چیز سمجھتے ہیں، اس معجزہ کی نظیر بھی سائنس نے پیش کردی۔ آپ کسی پوسٹ آفس میں چلے جائیں، وہاں تار کی کٹ کٹ گھنٹوں سنتے رہیں، آپ کے نزدیک اس کی حیثیت بے معنی حرکات واصوات (حرکتوں اور آوازوں) کی ہوگی، لیکن پوسٹ ماسٹر فوراً آپ کو بتادے گا کہ فلاں جگہ سے فلاں شخص یہ کہہ رہا ہے، علیٰ ہذا القیاس۔

پھر کیوں کر انکار کیا جاتا ہے، اس سے کہ صانعِ حقیقی نے نغماتِ طیور کو بھی مختلف معانی ومطالب کے اظہار کے لیے وضع کیا ہے اور اپنی قدرتِ کاملہ کے اظہار کے لیے بطور پیغمبرانہ اعجاز کے اپنے ایک اولوالعزم نبی کو اس کا علم عطا فرمادیا ہے۔

شبِ معراج میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمانوں کا سفر کرنا اور عجائباتِ قدرت کو دیکھ کر واپس آنا، اس سرعتِ رفتار کو جٹ ہوائی جہاز اور بجلی کی رفتار یا راکٹ کی سبک رفتاری سے بخوبی سمجھا اور باور کیا جاسکتا ہے۔

موجودہ دور کے حیرت انگیز آپریشنوں نے شقِ صدر کے معجزہ کو باور کرادیا۔ معراج سے واپسی کے بعد مکہ معظّمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس کو بلاحجاب دیکھ کر کفار کے سوالات کا جواب دینا اس کی نظیر بھی ہمارے سامنے موجود ہے۔ دوربین یا خوردبین کے ذریعہ ایک شخص جو چیزیں دیکھتا ہے، دوسرے کو وہ اشیاء نظر نہیں آتیں، لیکن اس نظر نہ آنے کی بنا پر کوئی شخص بھی اُن کے وجود سے انکار نہیں کرسکتا، تو اگر پیغمبر اپنی خداداد دوربین نگاہ سے بیت المقدس کا نقشہ دیکھ کر جوابات دے رہے ہوں تو اس میں کیا تعجب ہے اور کیوں اس کا انکار کیا جاتا ہے؟!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی سے پرندہ بنا کر ’’نفخ‘‘ کے ذریعہ (پھونک مار کر) اس کو ہوا میں اُڑادیا کرتے تھے، اس معجزہ کو بھی سائنس کی ایجاد نے حل کردیا۔ معدنیات کے چند مادے اور ٹکڑے ملاکر برقی طاقت کے ذریعہ ان کو راکٹ کی صورت میں بغیر پائلٹ کے ہوا میں اُڑادینا اس معجزہ کو باور کراتا ہے۔ اگر برقی طاقت کے ذریعہ جہاز یا راکٹ کو فضا میں چلایا اور کنٹرول کیا جاسکتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ وقاہرہ سے بتوسطِ نفخِ عیسیٰ مٹی کے پرندہ کو ہوا میں نہیں اُڑا سکتے؟!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ آپ نے سنا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پشت کے پیچھے کی چیزیں اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح سامنے کی اشیاء کوملاحظہ فرماتے تھے۔اس معجزۂ حقہ کی حقیقت بھی اہلِ سائنس کی کاوشوں نے واضح کردی۔ایک انگریز ماہر ''علمِ بصارت'' لکھتا ہے کہ انسان کے بدن کی جلد کے نیچے چھوٹے خلّیے پائے جاتے ہیں جو سارے جسم میں پھیلے ہوئے ہیں، یہ خلّیے دراصل ننھی ننھی آنکھیں ہیں، ان میں اسی طرح سامنے کی چیزوں کا عکس پڑتا ہے اور تصویر اُتر آتی ہے جس طرح آنکھ کی پتلی میں۔وہ کہتا ہے کہ انسان کی پیشانی کی جلد میں بھی قوتِ باصرہ موجود ہے، یہی قوت دماغ کو پیغام پہنچاتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے درخت جھک جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے۔ملحدین نے اس معجزہ کا بھی مذاق اُڑایا،لیکن آج ماہرینِ علمِ نباتات نے درختوں اور پودوں کے متعلق جو حیرت انگیز انکشافات کیے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ پودوں میں دیکھنے سننے کی بھی قدرت ہے، آپس میں بات چیت بھی کرتے ہیں، ان پر عشق و محبت اور رنج و غم کی کیفیات بھی وارد ہوتی ہیں، ان میں سے بعض میں ''ذکاوتِ حس'' کا مادہ بھی موجود ہے، بعض پودے محض چھوٹے ہی سے سکڑ جاتے ہیں اور ادنیٰ اشارے سے بند ہو جاتے ہیں، اسی ذکاوتِ حس کی وجہ سے ایک پودے کو اردو میں ''چھوئی موئی'' کہتے ہیں۔

ہندوستان کے مشہور ماہر سائنس سر جگدیش چندر بوس نے طویل تجربہ و تحقیق کے بعد ایک کتاب ''پلانٹس آٹو گرافس اینڈ ویر ریویلیشن'' کے نام سے شائع کی ہے، جس میں اس نے پودوں کے متعلق نہایت حیرت انگیز معلومات جمع کی ہیں، جن کو سننے یا پڑھنے کے بعد کوئی عقل و دانش کا مالک انسان مذکورہ معجزہ سے انکار نہیں کر سکتا۔

تاریخ اسلام کا مشہور واقعہ ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں مسجدِ نبوی کے منبر پر کھڑے ہو کر مجاہدین کے سپہ سالار ساریہ کو پکار کر کہا: ''**یا ساریة الجبل!**'' اسی وقت یہ آواز ساریہ کے کانوں تک پہنچ گئی، حالانکہ وہ مدینہ منورہ سے صدہا میل دور تھے۔یہ آواز اُن تک کس طرح پہنچی؟! اس کرامتِ حقہ کو وائرلیس کی ایجاد نے حل کر دیا، آج آپ وائرلیس ٹیلیفون کے ذریعہ ایک ملک سے دوسرے ملک تک اپنی آواز پہنچا سکتے ہیں، اسی طرح فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے روحانی وائرلیس کے ذریعہ ساریہ تک اپنی آواز پہنچادی۔

عالمگیر جنگ کے زمانہ میں ایک لاسلکی پیغام میٹروگریڈ سے لندن چلا، راستہ میں بعض جرمن ماہرین اُسے جذب کرنے لگے، اوپر سے ایک فرانسیسی طیارہ نے ان پر بم پھینکا اور ان کی اس کوشش کو ناکام بنادیا۔اس واقعہ سے وحیِ آسمانی کی شہاب کے ذریعہ حفاظت کا مسئلہ بھی بآسانی ذہن نشین ہو جاتا ہے کہ عرش سے جو لاسلکی پیغام ارضِ حجاز کو جارہا ہے، شیاطین اس کو درمیان سے اُچکنا چاہتے ہیں، اوپر سے شہابِ ثاقب کا بم ان کا کام تمام کر دیتا ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ ربانی ہے کہ: ''شیطان اور اس کا لشکر تم کو دیکھتا ہے، لیکن تم ان کو نہیں دیکھتے۔'' آج ٹیلی ویژن سے اس مسئلہ کو بھی بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ٹیلی ویژن پر تقریر کرنے والے کو وہ سب لوگ دیکھتے ہیں جو اس کے

سامنے ہیں، لیکن وہ ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دیکھ سکتا، اس کی تقریر اور اس کی نقل وحرکت کو دوسرے دیکھتے ہیں، وہ خود اس سے عاجز ہے کہ اپنے دیکھنے والوں کو دیکھ سکے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''مستقبل بعید'' اور ''مابعد الموت'' کے احوال تفصیل سے بیان فرمائے اور قبر اور اس کے بعد جہنم کے مہیب عذاب اور خوفناک کیفیات سے اُمت کو ڈرایا ہے، اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے ''راڈر'' سے مدد لی جاسکتی ہے۔ ''راڈر'' ایک آلہ ہے جس کی مدد سے جہازوں کا نظام چل رہا ہے۔ یہی آلہ آپ کو بتاتا ہے کہ آگے کونسی چیز آرہی ہے جس سے جہاز کو نقصان لاحق ہوسکتا ہے، تقریباً سو میل سے ہی یہ آلہ بتلادیتا ہے کہ سامنے غلیظ بادل یا بلند پہاڑ آرہا ہے۔ اگر ایک بے جان آلہ مسافتِ بعیدہ کے حالات سے آپ کو مطلع کرسکتا ہے تو کیا پیغمبر کی بصیرتِ قلبی وفراستِ ایمانی مستقبل کے حالات کا اِدراک نہیں کرسکتی؟!

بعض اولیاء اللہ کے متعلق مشہور ہے کہ ہوا میں اُڑنے لگے، اس پر زائغین کو ہنسی آتی تھی کہ انسان کس طرح ہوا میں اُڑسکتا ہے، لیکن تدریجی طور پر سائنس ان تمام ناقابل فہم مشکلات کا حل پیش کررہی ہے، چند ماہ قبل اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ ''امریکہ'' میں ایک انسان کو خلائی جہاز میں سوار کرکے دنیا کے سفر پر روانہ کیا گیا، مدار پر پہنچ کر وہ سوار جہاز سے باہر نکل آیا، کئی منٹ تک فضا میں پرواز کرتا رہا، بعد میں خود ہی جہاز کے اندر چلا گیا۔ اس خبر کا تو کسی نے انکار نہیں کیا، لیکن اگر ایسا واقعہ کسی خدارسیدہ بزرگ کا بیان کیا جائے، اس میں شکوک وشبہات پیدا ہوجاتے ہیں۔

الغرض سائنس کی ترقی اور محیر العقول سائنسی ایجادات کا بغور مطالعہ کرنے سے اسلام کے بہت سے پیچیدہ مسائل اقرب الی الفہم اور قابلِ قبول ہوجاتے ہیں، اب جبکہ ہر طرف سے ایمان کی متاعِ گراں مایہ کو لوٹنے کے لیے نئے سے نئے فتنے رونما ہورہے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی اسی سرکش انسان کے ہاتھوں نو بنو خارق العادۃ ایجادات ظاہر فرمارہے ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ وقاہرہ کو تسلیم نہ کرنے والوں پر اتمامِ حجت ہوجائے اور یہ عذر باقی نہ رہے کہ: ''إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ'' وباللہ التوفیق۔

*****************************************************************

مصلح ملت حضرت مولانا محمد یار پرتاپ گڑھی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

(۱) عوام کا دین تقلیدی ہوتا ہے۔ علماء کا دین تحقیقی ہوتا ہے اور ولی کا دین (بذریعہ کشف) مشاہداتی ہوتا ہے۔

(۲) بندگی کے لئے شریعت وسنت کی پابندی ضروری ہے۔ راہبوں اور جوگیوں کے ہزار مجاہدات خلاف شریعت ہونے کی وجہ سے بندگی میں شمار نہیں۔

# اسلام میں انسانی حقوق

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

اسلام اپنے پیروکاروں کی زندگی کو صرف عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، اور دعوت وتبلیغ تک محدود نہیں رکھتا؛ بلکہ یہ ہمیں اُس راستے پر گامزن ہونے کی ہدایت دیتا ہے جس پر انسانیت کے سب سے عظیم محسن حضرت محمد ﷺ تھے؛ جن کی مبارک زندگی ساری انسانیت کے لیے نمونہ اور اسوہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کا روشن اور مثالی پہلو یہی ہے کہ آپ نے صرف نماز وروزے کی تلقین نہیں کی؛ بل کہ حقوق انسانی کا جامع تصور پیش کیا، اس حوالے سے امت کو پیغام دینے کے ساتھ ساتھ عملی میدان میں خود بھی کام کیا اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی تلقین فرمائی۔

اسلام میں نیکی کا جو جامع تصور پیش کیا گیا ہے؛ اس میں خدمت خلق، حقوق انسانیت، رہن سہن اور معاشرت بھی ایک لازمی حصہ ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں: نیکی صرف یہی نہیں کہ آپ لوگ اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لیں؛ بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے، اللہ کی محبت میں اپنا مال قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں، مسافروں، سوال کرنے والے (حقیقی ضرورت مندوں)، اور غلاموں کی آزادی پر خرچ کرے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور جب کوئی وعدہ کریں تو اسے پورا کرتے ہیں۔ سختی، مصیبت اور جہاد کے وقت صبر کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں اور یہی متقی ہیں۔ (البقرۃ:۱۷۷)

پرسکون اور اطمینان بخش زندگی گزارنے کے لیے اسلام نے انسانوں کے جذبات واحساسات کی قدردانی اور باہمی احترام ورواداری کو قائم کرنے کی قدم قدم پر تاکید کی ہے، نیز ہر ایسے عمل سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، جس سے انسانی جذبات مجروح ہوتے ہوں اور انسانوں کو معمولی اذیت پہنچتی ہو۔ دین اسلام میں انسانیت کو کتنا بڑا مقام دیا گیا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں پر تمام انسانوں کے حقوق متعین کیے ہیں، والدین کے حقوق، اولاد کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق، یتیموں کے حقوق، غیر مسلموں کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، مہمانوں کے حقوق، مسافروں کے حقوق؛ غرض سبھی کے جملہ حقوق کا تعین کیا ہے اور ان کو پورا کرنے کی وصیت کی ہے۔

اگر انسان آپس میں ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کرے، تو دنیا میں فساد ضرور برپا ہوگا، مثلاً بادشاہ اور حاکم اپنے حقوق ادا نہ کریں، تو رعایا کی زندگی تکالیف ومشکلات کا شکار ہوجائے گی۔ شوہر بیوی کے حقوق ادا نہ کرے تو بیوی کی زندگی دنیا ہی میں جہنم بن جائے گی، بیوی شوہر کے حقوق ادا نہ کرے تو شوہر کی زندگی کا سکون غارت ہوجائے گا، پڑوسی ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کریں تو محبت وامن کی فضا مکدر ہوجائے گی۔ اسی طرح مسلم، غیر مسلموں کے حقوق ادا نہ کریں تو دنیا

تعصب وعناد اور فتنہ وفساد کے جنگل میں تبدیل ہوجائے گی، امیر لوگ غریبوں کے حقوق ادا نہ کریں، تو غریبوں کی زندگی فاقہ کشی کا شکار ہوجائے گی، بالکل اسی طرح ماں باپ، اولاد کے حقوق ادا نہ کریں تو اولاد نافرمان، باغی، دین سے دور اور والدین کے لیے مصیبت ووبال بن جائے گی اور اولاد ماں باپ کے حقوق ادا نہ کرے تو ماں باپ کو بڑھاپے میں سہارا اور سکون نہیں ملے گا؛ غرضے کہ دنیا میں فساد ہی فساد برپا ہوجائے گا اور امن قائم نہ رہ سکے گا، پس امن کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ تمام انسان ایک دوسرے کے وہ تمام حقوق جو اللہ تعالیٰ نے لازم کیے ہیں ادا کرتے رہیں۔ یہی اسلام کی اولین تعلیم اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصدِ بعثت ہے، حالی مرحوم نے اس حوالے سے کیا ہی خوب کہا ہے:

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہُدا کا　　کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالقِ دوسرا کا　　خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا
یہی ہے عبادت یہی دین وایماں　　کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

آج ہمارا اصل المیہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات سے ہم خود بھی آگاہ نہیں ہیں اور دنیا کو بھی ان سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہمیں صحیح طور پر محسوس نہیں ہو رہی۔ ورنہ حقوق کا جو جامع اور متوازن تصور دین اسلام نے دیا ہے دنیا کے کسی نظام میں اس کا کوئی متبادل نہیں ہے۔ آیئے اختصار کے ساتھ دین اسلام کے صرف معاشرتی حقوق پر ایک نظر ڈالی جائے!!

**جانوروں کا حق:** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بنی اسرئیل میں ایک بدکار عورت ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے سے جنت میں چلی گئی؛ جب کہ بنی اسرائیل ہی کی ایک پارسا عورت ایک بلی کو محبوس کر کے بھوک پیاس سے مار دینے کے سبب جہنم رسید ہوئی۔ (ترمذی)

**انسان کا حق:** حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کامل مؤمن وہ ہے جس کی ایذا سے لوگ مامون ومحفوظ ہوں۔ (بخاری) نیز یہ بھی فرمایا: بہترین انسان وہ ہے جس سے دوسرے انسانوں کو فائدہ پہنچے۔ (کنز العمال)۔

**مسلمان کا حق:** حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں: (۱) ملاقات ہونے پر سلام کرنا (۲) چھینک آنے پر رحمت کی دعا دینا (۳) بیماری میں عیادت کرنا (۴) مرنے پر جنازے میں شرکت کرنا (۵) جو اپنے کو پسند ہو، وہی اپنے مسلمان بھائی کے لیے پسند کرنا۔ (ترمذی)۔

**مصیبت زدہ، مشکلات کا شکار اور مجبور کا حق:** حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو دنیا میں کسی مصیبت زدہ سے کسی دنیاوی تکلیف اور مصیبت کو دور کردے (یا دور کرنے میں مدد کردے) تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن اُخروی مصیبت کو ہٹا دیں گے۔ نیز جو دنیا میں مشکلات میں گھرے ہوئے کسی شخص کے لیے آسانی پیدا کرنے کی کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے (دونوں جہاں کی) آسانیاں پیدا فرما دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اس بندے کی مسلسل مدد فرماتے ہیں جو کسی اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔ (ترمذی)

**ماتحتوں کا حق:** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کسی کا کوئی غلام ہو تو اس غلام کو وہی لباس پہنائے جو خود پہنتا ہے، وہی کھانا کھلائے جو خود کھاتا ہے۔ ان کے ذمہ اتنا کام نہ لگائے جو اس پر غالب آئے، (اگر وقتی ضرورت سے) ایسا کیا تو پھر اس کا ہاتھ بٹائے۔ (بخاری و مسلم) مزید فرمایا: جب تم میں سے کسی کا خادم اس کو آگ کی گرمی اور دھویں سے بچا کر اس کے لیے کھانا تیار کرے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاؤ! ورنہ کم از کم ایک لقمہ اس کے منہ میں ڈال دو۔ (ترمذی)۔

**پڑوس کا حق:** حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص مومن کامل نہیں جو خود سیر ہو کر رات گزارے اور ساتھ میں اس کا پڑوسی بھوکا رہ جائے اور اس کو علم ہو۔ (معجم طبرانی) مزید فرمایا: اللہ کی قسم: وہ شخص مومن نہیں، وہ شخص مومن نہیں، وہ شخص مومن نہیں! لوگوں نے پوچھا کون مومن نہیں؟ ارشاد فرمایا: جس سے اس کا پڑوسی مامون و محفوظ نہیں۔ (بخاری و مسلم)

**شوہر کا حق:** حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں کسی کو غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو شوہر کے آگے سجدہ کرنے کو کہتا؛ لیکن سجدہ اللہ ہی کے لیے ہے۔ عورت اللہ تعالیٰ کا حق اس وقت تک پورا پورا ادا نہیں کر سکتی جب تک شوہر کا حق پورا پورا ادا نہیں کرتی۔ (مسند احمد)۔

**بیوی کا حق:** حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہو۔ (سنن ترمذی)

**والدین کا حق:** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: نمازوں کو اپنی مقررہ اوقات پر پڑھنا۔ میں نے کہا اس کے بعد کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: والدین کے ساتھ حسنِ سلوک۔ (ترمذی) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کی عزت اور علماء کے ساتھ وفا نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (مسند بزار) نیز یہ بھی فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے بڑوں کی عزت، بچوں پر شفقت اور علماء کی تعظیم نہیں کرتا۔ (کنز العمال)۔

**شاگردوں کا استاذ پر حق:** شاگردوں پر، استاذ کے حق کو ہر ایک جانتا ہے کہ شاگرد پر استاذ کی اطاعت، ادب اور خدمت لازم ہے اور شاگرد کے حق کے بارے میں حضرت ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرق کی طرف سے لوگ تمہارے پاس علم سیکھنے کے لیے آئیں گے، تو ان کے بارے میں تم مجھ سے خیر کی وصیت لے لو۔ یعنی تمھیں بھلائی اور خیر خواہی کی وصیت کرتا ہوں۔ ابو ہارون کہتے ہیں چنانچہ جب ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ ہمیں دیکھتے تو فرماتے: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کو خوش آمدید۔ گویا ایک تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوگئی، دوسرے وہ بار بار احساس دلاتے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر عمل پیرا ہوں۔ (ترمذی)۔

**عوام کا حکمرانوں پر حق:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں: (۱) اللہ

تعالیٰ سے ڈرے۔(۲) مسلمانوں کے بڑوں کا احترام کرے۔(۳) چھوٹوں پر شفقت کرے۔(۴) علماء کی تعظیم کرے۔(۵) کسی کو تکلیف دے کر ذلیل نہ کرے۔(۶) ڈرا ڈرا کر کافر نہ کرے۔(۷) خصی کر کے نسل کشی نہ کرے۔ (۸) اپنا دروازہ ان کے لیے بند نہ کرے، یہاں تک کہ کمزوروں پر طاقتور ظلم کرنے لگ جائیں (سنن کبریٰ للبیہقی)۔

اختصار کے پیش نظر یہاں بہ طور نمونہ صرف چند ہی حقوق پر اکتفا کیا گیا، ورنہ معاشرتی حقوق کی تفصیل میں علمائے کرام نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ علم کا ذوق اور عمل کا شوق رکھنے والے حضرات ان سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

**عالمی یوم حقوق انساں:** دوسری عالمی جنگ کی بدترین تباہ کاریوں اور اس میں بڑے پیمانے پر انسانی حقوق کی پامالیوں کے پیش نظر لیگ آف نیشن کو ختم کر کے اقوام متحدہ کا قیام عمل میں آیا اور اس کے چارٹر میں انسانی حقوق کی حفاظت کی شق پہلے ہی سے شامل تھی؛ تاہم سرد جنگ کے خاتمے کے بعد 1993ء کو آسٹریا کے شہر ویانا میں ہونے والی عالمی کانفرنس میں انسانی حقوق کے حوالے سے پروگرام آف ایکشن تیار کیا گیا جسے ویانا ڈکلیریشن اینڈ پروگرام آف ایکشن کا نام دیا گیا، کانفرنس میں 171 ممالک اور آٹھ سو غیر سرکاری تنظیموں کے تقریباً سات ہزار مندوبین نے شرکت کی، اسی مناسبت سے ہر سال 10 دسمبر کو دنیا بھر میں انسانی حقوق کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔

اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر اور قرارداد کی رو سے دنیا بھر کے انسانوں کو ہر طرح کے حقوق جن میں جینے کا حق، امتیاز سے پاک مساوات یا برابری کا حق، اظہار رائے کی آزادی، معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق جن میں روزگار، سماجی تحفظ، تعلیم، صحت، ترقی اور حق خود ارادیت اور دیگر حقوق شامل ہیں۔ اس دن کو منانے کا مقصد، انسان کے بنیادی حقوق کا تحفظ اور بہترین زندگی گزارنے کے لیے اچھے ماحول کو یقینی بنانا، نیز ایک انسان کے ہاتھوں دوسرے انسان پر ہونے والے ظلم وجبر کے خلاف آواز بلند کرنا ہے۔

**انصاف کا دوہرا معیار:** جب کبھی اسلامی ممالک میں کوئی معمولی سا واقعہ دانستہ یا نادانستہ رونما ہو جاتا ہے تو انسانی حقوق کے نام نہاد علم بردار اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور دنیا سر پر اٹھا لیتے ہیں کہ فلاں اسلامی ملک میں انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی کی گئی، انسانی اقدار وروایات کی سر عام پامالی ہوئی اور فلاں عمل کے ذریعہ مذہبی تنگ نظری کا ثبوت پیش کیا گیا وغیرہ، بعد ازاں اقوام متحدہ سمیت تمام یورپی ممالک کے ذریعہ اس اسلامی ملک پر دباؤ ڈالا جاتا ہے کہ فوری طور پر عملی کارروائی کی جائے اور فلاں فلاں مجرم یا جماعت کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے؛ لیکن انہی امریکہ ویورپ کے ہاتھوں آئے روز انسانی حقوق کی جس طرح پامالی ہوتی ہے اس پر نہ تو اقوام متحدہ کے ناخداؤں کو اپنا فرض یاد آتا ہے اور نہ ہی انسانی حقوق کے ٹھیکے دار چیں بہ جبیں ہوتے ہیں۔ سوچنے والی بات ہے کہ کیا انسانی حقوق کے علم برداروں کو برما کے مظلوم مسلمانوں کا خون نظر نہیں آتا؟ کیا فلسطین کے مسلمان ظلم وبربریت کی چکی میں پستے دکھائی نہیں دیتے؟ اگر دنیا کی نظر میں مسلمانوں کے خون سے کھیلی جانی والی یہ ہولی ظلم ہے تو پھر وہ کونسی وجہ ہے کہ انسانی حقوق کے علم بردار مہر بہ لب ہیں۔

**حاصل کلام:** فی زماننا مشرق ومغرب کے مابین جو تہذیبی جنگ چھڑی ہوئی ہے، اس میں اہل مشرق کے غالب اور سا کنان یورپ کے مغلوب ہونے کی وجہ یہی ہے کہ ایک نے اسلام کی آفاقی وابدی ہدایات واحکام کو سینے سے لگائے رکھا ہے؛ جب کہ دوسرے نے انسانیت کا جامہ اتار کر حیوانیت کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ مغربی تہذیب رشتوں کے تقدس کو کب کا خیر باد کہہ چکی ہے۔ وہاں انسانیت تو درکنار ماں باپ، بہن بھائی، چچا ماموں، خالہ پھوپھی کا تصور تک عنقا ہے۔ مغرب اپنی خاندانی قدروں اور معاشرتی اکائیوں کو پامال کرنے کے بعد، اب یہ چاہتا ہے کہ پوری دنیا میں اس کی دجالی تہذیب کا ڈنکا بجے۔ اس طاغوتی مقصد اور مشن کو پورا کرنے کے لیے قدیم وجدید ذرائع ابلاغ کا بھرپور استعمال کیا جارہا ہے۔ نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ ہماری نئی نسل بڑی تیزی سے اس دلدل میں دھنستی چلی جارہی ہے؛ مگر اس حقیقت سے کوئی ہوش مند انکار نہیں کرسکتا کہ ہمارے آج کے اسلامی معاشرے میں رشتوں کا ادب واحترام اور عظمت ومحبت بری طرح پامال ہورہی ہے۔ اولاد ماں باپ کی نافرمان بن چکی ہے۔ بہن بھائی باہمی حسد وبغض میں مبتلا ہیں۔ رشتہ دار ایک دوسرے کو کاٹ کھانے کے لیے دوڑ رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ سب کچھ احکام دین سے دوری کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم ابھی اور اسی وقت یہ عزم وارادہ کرلیں کہ شریعت مطہرہ کے ہر ہر حکم پر دل وجان سے عمل کریں گے، اللہ رب العالمین کا ڈر وخوف پیدا کرکے اس کے بتائے ہوئے احکام پر عمل پیرا ہوں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے ذہنی اضطراب اور نفسیاتی ہیجان میں کمی واقع نہ ہو اور ہم طاغوتی کھائی میں گرنے سے بچ جائیں، ضرورت ہے صرف پختہ نیت اور عزم وحوصلے کی۔

مشکلیں کچھ بھی نہیں عزم جواں کے آگے — حوصلے آہنی دیوار گرا دیتے ہیں

**************************************************

## اکبر الہ آبادیؒ کا ذوقِ علم

اکبر الہ آبادیؒ لاابالی قسم کے شاعر نہ تھے۔ صحیح معنی میں طالب علم تھے۔ اپنی طالب علمی پر فخر کرتے۔ اچھی خاصی عمر پر پہنچ کر ایک عالم کو تنخواہ دے کر ان سے باقاعدہ عربی سیکھی، دینی کتابیں پڑھیں۔ انگریزی میں فلسفہ وغیرہ کی بھی اونچی کتابوں کا مطالعہ جاری رہتا۔ نظر وسیع تو بہت نہ تھی لیکن عمیق خوب تھی۔ جو کتاب بھی پڑھتے اس کا جوہر نکال لیتے۔ فرماتے تھے روز جب رات کو سونے لیٹتا ہوں تو جائزہ لیتا ہوں کہ آج دن بھر میں نیا علم کون سا حاصل ہوا۔ جس دن کوئی نئی بات نہ ملتی تو یہ کرتا ہوں کہ اس وقت پھر اٹھ کر الماری سے لغت کی کوئی کتاب اٹھا لیتا ہوں اور کوئی ایک نیا لفظ یاد کرلیتا ہوں کہ اور کچھ نہ سہی ایک نئے لفظ ہی کا علم حاصل کرلوں اور دن بیکار نہ جائے۔ کیا ٹھکانہ اس ذوقِ علم کا! اچھے جید طلبہ میں بھی اس کی مثالیں کہاں ملیں گی۔ (عبدالماجد دریا آبادی)

# بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے

عمر فاروق ندوی فتح پوری

اقبال اردو زبان کے بہت بڑے شاعر ہیں، ان کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ الفاظ کو رائج الاستعمال اور ظاہری معانی سے اوپر اٹھ کر بلند معانی اور عظیم مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں، چنانچہ لفظ عشق بھی اقبال کے نزدیک لغویوں کی طرح محض اضطراری کیفیت، ہیجان جنسی، یا محدود کو لامحدود میں گم کردینے کا نام نہیں ہے، بلکہ اقبال کے یہاں عشق نام ہے ایک عالمگیر قوت حیات کا، جذبۂ عمل سے سرشاری کا، حصول مقصد کے لیے بے پناہ لگن کا، عزم واستقلال اور استقامت سے آراستہ جہد مسلسل کا۔

اقبال کے نظام فکر وفن میں عشق کو مرکزی اہمیت حاصل ہے، عشق اقبال کے نزدیک ایک عطیۂ الٰہی اور نعمت ازلی ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں عشق اور اس کے مترادفات اور لوازمات یعنی وجدان، خود آگہی، باطنی شعور، جذب، جنون، دل، محبت، شوق، آرزومندی، دردوسوز، جستجو، مستی اور سرمستی کا ذکر جس تکرار تاکید، تواتر اور انہماک کے ساتھ ملتا ہے کسی اور موضوع کو شاید نہیں ملتا، چنانچہ وہ اپنے مخاطب کو پرزور دعوت دیتے ہیں: ؎

عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

اقبال کے اس تصور عشق کو سمجھنے کے بعد اسلامی فکر ونظریے اور تعلیمات اسلامی کو بغور دیکھا جائے تو دونوں لازم و ملزوم شئ نظر آتے ہیں، حقیقی مسلمان اور پکا مومن وہ ہے جو اطاعت وانقیاد کے جوہر سے آراستہ وپیراستہ ہو، آتش ایمان اس کو ہر دم مشتعل وشعلہ زن رکھتی ہو، جس کی قوت حیات عالمگیر ہو، جو جذبۂ عمل اور جذبۂ ایثار وقربانی سے سرشار ہو، تلاش وجستجو جسے بے قرار رکھتی ہو، حصول مقاصد کے لیے جس میں بے پناہ لگن ہو، وہ کوہ عزم واستقلال ہو، طوفان بلاخیز جسے جنبش نہ دے سکے، عمل پیہم اور جہد مسلسل جس کا اثاثہ ہو۔ یہی اقبال کے تصور عشق کی تعریف ہے۔ چنانچہ مومن ہو اور آتش عشق کی اشتعال آمیزی سے جان وقلب سوزاں نہ ہوں، یہ ممکن نہیں، جس دل میں نور ایمانی جلوہ گر ہوگا وہاں عشق کی چنگاری ضرور روشن ہوگی، اور اگر حقیقت برعکس ہے تو پھر اقبال ہی کی زبانی: ؎

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے

حالات حاضرہ میں ایمان وایقان کے حوالے سے مسلمانوں کی سب سے بڑی متاع گم گشتہ اگر کوئی شئ ہے تو وہ یہی آتش عشق ہے، کہ مسلمانوں میں جس کا فقدان مشرق سے لے کر مغرب تک عالمگیر ہے، آج مسلمانوں کے پاس پر جوش ایمانی نعرے ہیں، عالی شان مساجد ہیں، فلک بوس عمارتوں والے مکاتب ومدارس ہیں، خانقاہیں ہیں، اسلامی درس گاہیں ہیں، اسلامی طرز حیات کی نمائش کے لیے تمام وسائل ہیں، مگر عشق کو سرمستی سے سرشار اسلامی روح ہر جگہ نایاب و

کمیاب ہے،اور جب مسلمانوں کے اندر سے قوت عشق کی، اسلامی روح کی کارفرمائی گئی،تو پھر نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کمزور طاقتوں سے نبرد آزما ہونے سے بھی ہچکچانے لگے، بیان بازیاں ان کا مقدر بن گئیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمانوں میں ایمان وعشق کی طاقت کارفرما رہی، بڑی بڑی طاقتیں ان کی مٹھی بھر افواج کے سامنے سرد پڑگئیں، مسلمان اقلیت میں رہے، مگر قیصر وکسری جیسی عظیم طاقتوں کے پرخچے اڑا دیئے، ان کے عزم و استقلال کے سامنے بڑے بڑے سورما ہیچ پڑ گئے، قرون وسطی میں ایسا لگا کہ تاتاری اور بازنطینی فتنے مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں گے اور صفحۂ ہستی سے نام ونشان مٹا دیں گے۔مگر آتش عشق سے سوزاں قلب وجگر والے کچھ درویش اٹھے اور اپنی قوت عشق سے باطل کے نشیمن کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

جہاں جہاں اور جب جب مسلمانوں کو منھ کی کھانی پڑی،تو ایک بڑا سبب یہی تھا، کہ وہ ایمان وایقان کی دولت کے سوا، رقص وموسیقی، عیش وعشرت، اور نفسانی خواہشات سے عشق کر بیٹھے، ہندوستان کے اندر بھی جب انگریزوں نے مسلم دور حکومت کو چیلنج کیا تو انہوں نے اس کی انہی کمزوریوں سے فائدہ اٹھایا اور اقتدار مسلمانوں سے بآسانی لے لیا اور تب سے آج تک مسلمان اس ملک کے اندر دباؤ اور پسماندگی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، اور آج بھی مشرق سے لے کر مغرب تک مسلمانوں میں خیر القرون کی وہ بیداری وہ ایمانی جوش وجذبہ، وہ جذب وجنون وہ عشق کی عالمگیر قوت حیات ہویدا نظر نہیں آتی، جو انہیں ایک مقتدر قوم کا درجہ دے سکے۔

جس کا سب سے مضبوط اور سب سے عیاں ثبوت فلسطین کی سرزمین ہے، جو ظلم وستم کی مشق گاہ بنی ہوئی ہے، فلسطینیوں کو ظلم وعدوان کی بھٹی میں تپایا جا رہا ہے، مگر 57 ممالک میں سے کسی ایک ملک کے کسی حاکم کے کان پر جوں تک رینگتی نظر نہیں آتی، عوام الناس کی کچھ جماعتیں آواز اٹھاتی ہیں، اپنی بے بسی کا ماتم کرتی ہیں، مگر ان کو ڈرا کر، دھمکا کر، دبا کر بٹھا دیا جاتا ہے، اور ایک سو سال بعد آج تک بھی اقبال کا شعر مسلمانوں کی حالت زار کا غماز ہے:۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے　　　مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

**********************************************************

تحقیقاتِ اسلامی محض ایک ماہ نامہ یا رسالہ نہیں ہے، بلکہ ایک دینی، علمی، اصلاحی اور فکری تحریک ہے، جس کا مقصد مغربی تہذیب اور اس کے عریاں وفحش لٹریچر سے متأثر افراد کے رُخ کو موڑ کر قرآن وحدیث کی تعلیمات اور اسلامی تہذیب وتمدن کی جانب مائل کرنا ہے۔قارئین حضرات سے درخواست ہے کہ اس تحریک سے جڑیں، گھر گھر اسے پہنچانے میں ہمارا تعاون کریں اور لوگوں کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دیں۔ (ادارہ)

# سائنس اور قرآن

حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی

## ہر پھول پھل کا جوڑا جوڑا پیدا کیا

سائنسی تحقیق یہ ہے کہ تمام جانور اور تمام پھول پھل میں اللہ نے مذکر اور مونث پیدا کیا ہے، جانوروں میں مذکر و مونث نر مادہ ہونا تو سبھی جانتے ہیں، لیکن یہ حیرت انگیز انکشاف ہے کہ تمام پھول اور پھل میں بھی نر مادہ پیدا کیا ہے اور مادہ پھول، نر پھول سے منی حاصل کرنے کے بعد حاملہ ہوتی ہے اور پھر پھل دیتی ہے، اگر نر پھول سے منی حاصل نہ کرے تو یا تو پھل آئے گا ہی نہیں، یا پھل تو آئے گا مگر کمزور اور ہلکا قسم کا پھل آئے گا۔ بعض درخت ایسے ہیں جن میں نر اور مادہ درخت کا صاف صاف پتہ چلتا ہے، جیسے کھجور کا درخت، تاڑ کا درخت، پپیتے کا درخت، ان میں نر درخت بالکل علیحدہ ہوتا ہے اور مادہ درخت بالکل علیحدہ ہوتا ہے، بعض درخت ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں نر اور مادہ درخت الگ الگ نہیں ہوتے، بل کہ ایک ہی درخت میں دونوں قسم کے پھول ہوتے ہیں، نر بھی اور مادہ بھی، نر پھول کی منی، کبھی ہواؤں کے ذریعے، کبھی شہد کی مکھیوں کے ذریعے، کبھی بلبل کے ذریعے، کبھی پانی کے ذریعے، کبھی ہوا کے جھونکوں میں ایک پھول دوسرے پھول سے ملنے کے ذریعہ؛ مادہ پھول میں پہنچ جاتی ہے اور اس سے مادہ پھول حاملہ ہو جاتی ہے، پھر پھل دیتی ہے، اکثر درخت اور نباتاتوں میں نر پھول اور مادہ پھول کا پتہ نہیں چلتا تھا اور یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ مادہ پھول نر پھول سے حاملہ ہوتی ہے، لیکن خردبین کی تحقیقات نے یہ انکشاف یقینی بنا دیا۔

اسی نقطے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خالق کائنات نے فرمایا: ''وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ'' (سورۃ الرعد: ۳) ترجمہ (اور ہر پھل کی دو دو قسمیں بنا دیں) دوسری جگہ ہے: ''سُبْحٰنَ الَّذِىْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ'' (سورۃ یٰسین: ۳۶) ترجمہ (پاک ہے وہ ذات جس نے تمام جوڑوں کو پیدا کیا نباتات زمین کے قبیل سے بھی اور ان شخصوں میں سے بھی اور ان چیزوں میں بھی جن کو عام لوگ نہیں جانتے) ان آیتوں میں ذکر کیا گیا ہے کہ حیوانوں کو پھول پھل کو جوڑا جوڑا یعنی نر مادہ پیدا کیا ہے۔ سائنسی تحقیقات نے جب انکشاف کیا کہ تمام پھول اور پھل میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں، تو لوگ قرآن کریم کے حقائق بیان کرنے پر انگشت بدندان ہو گئے۔ جن چیزوں میں کسی قسم کی حیات نہیں ہے اور نر مادہ بننے کی صلاحیت نہیں ہے وہاں ازواج کا معنی مقابل کے ہوگا، جیسے زمین کے مقابلے میں آسمان بولتے ہیں، کالا کے مقابلے میں گوارا وغیرہ۔

## حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے

اوپر ذکر کیا گیا کہ پھل اور پھول تک میں نر اور مادہ ہے اور نر کی منی سے مادہ حاملہ ہوتی ہے، اس کے باوجود دنیا میں کچھ

استثنائی حیوانات ایسے ہیں جو نر کے ساتھ ملاپ نہیں کرتیں، بل کہ جس جگہ مادہ انڈا دیتی ہے وہیں نر اپنی منی کا اخراج کردیتا ہے، قریب قریب ہونے کی وجہ سے منی کے جراثیم انڈے کے اندر سرایت کرجاتے ہیں اور انڈا بارآور ہوجاتا ہے اور بچہ پیدا کرنے کے قابل ہوجاتا ہے۔ فارم کی مرغیاں آج کل ہر روز انڈا دیتیں ہیں اور مرغے سے ملاپ نہیں کرتیں ''انہ الحق کتاب صفحہ ۱۰۰'' میں لکھا ہے کہ شہد کی مکھی انڈا دیتی ہے، اس سے بچہ پیدا ہوتا ہے، لیکن وہ نر سے ملاپ نہیں کرتی، ان مثالوں سے معلوم ہوا کہ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو نر سے ملاپ کی ضرورت نہیں ہوتی وہ نر کے بغیر بھی بچہ دے دیتی ہیں۔

اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالی نے بغیر باپ کے پیدا کیا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اور اس کے انکار کی ضرورت نہیں ہے۔ دنیا میں بہت سی چیزیں ہیں جو بغیر نر کے پیدا ہوتی ہیں، سائنس اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ بغیر نر کے ملاپ کے بھی بچہ پیدا ہونے کا امکان ہے، جو خالق مرد کے عضو تناسل میں کروڑوں کیڑے پیدا کرسکتے ہیں، وہ بغیر مرد کے، صرف عورت سے بچہ پیدا کرنے پر قادر ہیں۔ ارشاد ربانی ہے: ''وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا'' (سورۃ التحریم: ۱۲) ترجمہ (اور مریم بنت عمران جنھوں نے اپنے ناموس کو محفوظ رکھا تو ہم نے ان کے چاک گریباں میں اپنی روح پھونک دی) اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا کئے گئے ہیں اور سائنس اس کی تصدیق کرتی ہے کہ ایسا ہونا بہت ممکن ہے۔

## جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا

ابھی سائنس نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ کرنٹ کے ذریعہ ہزاروں ٹن کی مشین گھماتی رہتی ہے اور اس کو حرکت میں لاتی ہے، کرنٹ کی رو ٹیلی وژن میں دوڑتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ وہ زندہ ہوگیا وہ ہمیں تصویر دکھانے لگتا ہے اور آواز سنانے لگتا ہے، یہی کرنٹ کمپیوٹر میں دوڑتی ہے تو وہ انسانی دماغ کی طرح سوچنے لگتا ہے اور عجیب عجیب باتیں لکھنے لگتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کرنٹ اور روشنی ایک ایسی چیز ہے جس سے کوئی چیز متحرک ہوسکتی ہے اور ایک زبردست مادہ ہے کہ اس سے کوئی طاقتور چیز بنائی جاسکتی ہے آپ کو معلوم ہے کہ کرنٹ آگ کا ایک اہم حصہ ہے۔ پچھلے زمانے میں اس بات پر بڑا تعجب کا اظہار کیا جاتا تھا کہ آگ جیسی لطیف مادہ سے جنات کو کیسے پیدا کیا جاسکتا ہے اور روشنی سے فرشتہ کیسے پیدا کیا جاسکتا ہے، وہ تو کوئی سخت چیز نہیں ہے، وہ تو انتہائی لطیف چیز ہے، اس سے جنات کی پیدائش مشکل معلوم ہوتی ہے۔ لیکن کرنٹ، رو، Waves اور روشنی کے حیرت انگیز کارناموں کے بعد یہ یقین ہوتا ہے کہ کرنٹ اتنی بڑی مشینوں کو چلاسکتی ہے اور ٹیلی ویژن اور کمپیوٹر کو متحرک کرسکتی، تو اللہ تعالی اس سے جنات کو بھی پیدا کرسکتا ہے اسی طرح روشنی (نور) سے فرشتے کو بھی پیدا کیا جاسکتا ہے۔ یہ یقینی بات ہے۔ ارشاد ہے: ''وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ'' (سورۃ الحجر: ۲۷) ترجمہ (اور جنات کو ہم اس سے پہلے گرم آگ سے پیدا کرچکے ہیں) سائنسی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ آگ یا روشنی سے جنات اور فرشتوں کا پیدا کرنا ممکن ہے اور جس طرح کرنٹ اور روشنی میں زبردست طاقت ہے اسی طرح جنات اور فرشتوں میں بھی زبردست طاقت ہوگی۔

# فقہ وفتاوی

ادارہ

سوال: اگر کسی شخص کو پیشاب کے قطرے نکلنے کی بیماری ہو، لیکن وہ کبھی کبھی نکلتے ہوں تو کیا وہ حج اور عمرے کی سعادت حاصل کرسکتا ہے؟ اگر کرسکتا ہے تو دورانِ حج وعمرہ اگر قطرے نکل جائیں تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

جواب: اگر کسی شخص کو پیشاب کے قطرے آنے کی ایسی بیماری ہو کہ کسی ایک نماز کے مکمل وقت میں پاک اور باوضو ہو کر اس وقت کی فرض نماز پڑھنے کا وقت بھی اس عذر کے بغیر نہ ملے، یعنی درمیان میں اتنا وقفہ بھی نہ ملتا ہو کہ ایک وقت کی فرض نماز ادا کرسکے تو ایسا شخص شرعاً معذور کہلائے گا۔ اگر ایسا نہیں ہے یعنی قطروں کے آنے کے درمیان اتنا وقت مل جاتا ہے کہ وضو کرکے نماز پڑھ لے اور اس دوران قطرے نہ آئیں تو ایسا شخص معذور نہیں کہلائے گا۔ پھر جو شخص معذور ہو اس کے لیے حکم یہ ہے کہ ہر فرض نماز کے وقت وضو کرلیا کرے اور اس وضو سے اس ایک وقت میں جتنے چاہے فرائض اور نوافل ادا کرلے، اس کے قطروں کے نکلنے سے اس کے وضو کے ٹوٹنے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

لہٰذا مذکورہ شخص کو اگر قطروں کا مرض ایسا ہے کہ اسے کسی ایک نماز کے مکمل وقت میں اتنا وقت بھی نہ ملے کہ وہ پاک اور باوضو ہو کر وقتی فرض نماز ادا کرسکے تو وہ شرعی معذور ہو چکا ہے، اب جب تک کسی نماز کا مکمل وقت قطروں کے عذر کے بغیر نہ گزر جائے وہ شرعی معذور رہے گا، اور اس کا حکم یہ ہوگا کہ جب وہ حج یا عمرہ کرنے جائے تو وہ ہر فرض نماز کے وقت میں ایک مرتبہ وضو کرے، اس سے جتنے طواف کرنا چاہے کرلے، جتنی نمازیں چاہے پڑھے۔ پھر جب دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے تو نیا وضو کرلے۔ اور اگر مریض ایسا نہیں ہے جس کو قطرے تسلسل سے آتے ہوں، بلکہ کچھ دیر سے آتے ہوں تو ایسا شخص طواف شروع کردے، پھر جب قطرے آجائیں تو مطاف سے باہر جاکر وضو کرلے اور واپس آکر وہیں سے طواف شروع کردے جہاں سے چھوڑا تھا، البتہ اگر وضو ٹوٹنے سے پہلے دو یا تین چکر ہوئے ہیں تو وضو کے بعد از سرِ نو طواف کرنا افضل ہے۔ واضح رہے کہ طواف کے لیے وضو ضروری ہے، طواف کے علاوہ حج وعمرہ کے دیگر افعال کے لیے وضو ضروری نہیں ہے، اس لیے باقی افعال میں مریض وغیر مریض کا حکم ایک جیسا ہوگا۔

سوال: کیا سلسل بول کا مریض وقت داخل ہونے پر وضو کے ساتھ نیا استنجا کرے گا اور کپڑا وہی استعمال کرے گا یا نیا کپڑا پہنے گا؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں اگر پیشاب کے قطرے اس تسلسل سے آتے ہوں کہ کپڑا پاک کرکے پہن کر وقتی فرض قطرے نکلے بغیر ادا نہ کیے جاسکیں تو اس صورت میں کپڑا پاک کرنا یا پاک کپڑا پہننا ضروری نہ ہوگا، اسی کپڑے میں نماز ادا کرنا جائز ہوگا، بصورتِ دیگر کپڑا پاک کرنا ضروری ہوگا۔

تعارف وتبصرہ

# کیا شخص زمانے سے اٹھا

## مبصر: مولانا محمد اظہار الحق قاسمی دیوبند

نام کتاب: کیا شخص زمانے سے اٹھا　　　مؤلف: مولانا بدر الاسلام قاسمی

جلد: دوجلدیں　　　ناشر: مکتبہ النور، دیوبند

ماضی قریب میں علمی حلقوں سے رخصت پذیر ہونے والی شخصیات میں ایک اہم اور نابغۂ روزگار شخصیت حضرت مولانا مفتی محمد اسلام صاحب قاسمیؒ (سابق استاذ حدیث دارالعلوم وقف دیوبند) کی بھی تھی، جو اپنی گوناگوں استعداد، متنوع صلاحیت، علمی تفوق، ادبی لطافت، زبانی تسلسل، قلمی روانی، جرأت وحمیت، فراخ دلی وکشادہ چشمی اور خیر خواہی واحسان شناسی جیسے اوصاف میں اپنے معاصرین کے مابین منفرد ویگانہ شناخت کے حامل تھے۔ وہ تمام تکلفات سے الگ ہوکر بے تصنع زندگی گزارنے کے عادی تھے۔ ذاتی طور پر وہ انتہائی ملن سار، خوش مزاج، خوش اخلاق، خوش طبع، بذلہ سنج، باغ وبہار اور مرنجا مرنج طبیعت کے مالک، ہردل عزیز اور بلند حوصلہ انسان تھے، سلامتیٔ فکر کے ساتھ فکری پختگی، عالی حوصلگی، سیر چشمی، خوش گفتاری، نرم خوئی، احساس ذمہ داری کے ساتھ بھرپور خود اعتمادی ان کے خاص اوصاف تھے۔ وہ دارالعلوم وقف دیوبند کے عظیم محدث، نامور عربی وار دو ادیب ہونے کے ساتھ ممتاز تاریخ داں بھی تھے، ملک کے اکثر معروف رسائل وجرائد میں ان کے تحقیقی مضامین شائع ہوکر مقبولیت حاصل کرتے تھے۔

مؤرخہ 16 / جون 2023ء کو جب وہ طویل علالت کے بعد راہی ملک بقاء ہوئے، تو اپنے پیچھے بہت سی یادوں کے ساتھ علمی کمالات وامتیازات کی بے شمار داستان، منتشر قلمی نقوش اور مختلف نوعیتوں کے بکھرے رشتوں کے افسانے چھوڑ گئے۔ ذہنی کینوس پر موجود ان تمام منظر نامے کو یکجا کرنا اور انہیں ایک لڑی میں پرونا یقینا ایک اہم اور وقت طلب کام تھا، لیکن قابل مبارک باد ہیں حضرت علیہ الرحمہ کے صاحبزادۂ محترم برادرم مولانا بدر الاسلام صاحب قاسمی جنہوں نے پگڈنڈیوں کا یہ مشکل سفر طے کر کے حضرتؒ کی وفات کے صرف ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ایک جنون کی حد تک جد وجہد کے ذریعہ دوجلدوں پر مشتمل زیر تبصرہ سوانح حیات المسمی ”کیا شخص زمانے سے اٹھا“ کے علاوہ حضرت علیہ الرحمہ کی مزید پانچ کتب کی شکل میں ایک چمن آباد کردیا ہے۔ چھ کتابوں کی بیک وقت معیاری اشاعت یقینا ایک اہم کارنامہ ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ”کیا شخص زمانے سے اٹھا“ دوجلدوں پر مشتمل حضرت مولانا مفتی محمد اسلام قاسمی صاحبؒ کا ایک مبسوط سوانحی مجموعہ ہے، جس میں حضرتؒ کی حیات وخدمات کے ساتھ ان کی جد وجہد تعلیمی وتدریسی، ادبی وصحافتی احوال کا

تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

جلد اول دو باب پر مشتمل ہے جس میں آپ کی حیات و خدمات پر گفتگو کرتے ہوئے، ولادت، خاندانی پس منظر وخانگی احوال کے ساتھ، جن اساتذہ ومشائخ اور اداروں سے آپ نے استفادہ کیا، ان کا تفصیلی بیان ہے، آپ کی عملی زندگی کا تذکرہ ہے، جس میں آپ کی دارالعلوم دیوبند اور پھر دارالعلوم وقف دیوبند، نیز دیگر اداروں اور تنظیموں سے وابستگی کی مکمل داستان ہے، آپ کے اہم وممتاز تلامذہ کا تعارف ہے، آپ کی قلمی سرگرمیوں کا جائزہ لیتے ہوئے آپ کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب کے تعارف کے ساتھ مجلہ "الثقافۃ" کا بھی تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔ اس جلد کے دوسرے باب میں حضرتؒ کے ذاتی اوصاف وخصائل کے ساتھ، خانگی وغیر خانگی احوال کا ذکر ہے، نیز حضرت کے کچھ نایاب، کمیاب اور یادگار دستاویز کو بھی مکتوبہ ومعکوسہ شکل میں کتاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔

جلد دوم پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں حضرتؒ کے احباب ومعاصرین کے تاثرات ومضامین، باب دوم میں تلامذہ کے مضامین، باب سوم میں محبین ومتعلقین کی تحریریں، باب چہارم میں اعزہ واقارب کے مکتوبہ جذبات وکیفیات اور باب پنجم میں منظوم خراج عقیدت کو جمع کیا گیا ہے۔ یقینی طور پر یہ ایک سوانحی دستاویز ہے جو بعد والوں کے لئے نشان راہ ہے۔

اس کتاب کے اجراء کے ساتھ ہی حضرتؒ کی مزید پانچ کتابوں کا اجراء دیوبند میں منعقد ہوئی ایک پروقار تقریب میں عمل میں آیا تھا۔ ان میں پہلی کتاب حضرتؒ کی قدیم ومقبول کتاب "دارالعلوم دیوبند کی ایک صدی کا علمی سفر نامہ" ہے جو دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس کے موقع پر شائع ہوئی تھی، اس میں دارالعلوم دیوبند کے علمی سفر نامہ کے بیان کے ساتھ اجلاس صد سالہ کی تفصیلات ہیں۔ دوسری کتاب "مقالات حکیم الاسلام" ہے، جو حضرتؒ ہی کی ترتیب دادہ ایک قدیم کتاب ہے۔ جو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ہی کے حکمت ریز مضامین کا مجموعہ ہے۔ تیسری کتاب "چند مقتدر شخصیات" ہے جو حضرتؒ کے قلم سے تقریباً ۵۲ / مختلف اہم وملی شخصیات کے تذکرہ پر مشتمل ایک سوانحی وتاریخی دستاویز ہے۔ چوتھی کتاب "نگارشات اسلام" ہے جو حضرتؒ کے قلم مختلف عناوین پر لکھے گئے مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ مضامین ملک کے معروف ومقبول رسائل میں طبع ہو چکے ہیں، ان میں اکثر مضامین خاص طور پر قرآن واحادیث، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، تاریخ دارالعلوم کے علاوہ ملی ومعاشرتی مسائل سیاسیات وسفر ناموں پر مشتمل ہے۔ پانچویں کتاب "شیخ الادب حضرت مولانا مفتی محمد اسلام قاسمی صاحبؒ: زندگی کے کچھ پہلو" ہے، جس میں حضرتؒ کی یاد میں قائم ادارہ "النور اسلامک اکیڈمی، دیوبند" کے زیر اہتمام منعقدہ مسابقۂ صحافت میں امتیازی مقام حاصل کرنے والے مقالات جمع کئے گئے ہیں۔ جو اگرچہ طالب علمانہ جہود ومساعی کا مجموعہ ہے، لیکن ایک اہم دستاویز ہے۔ مذکورہ تمام کتب معیاری وخوبصورت طباعت کی عکاس ہیں۔

افسانہ

# قصہ چہار درویش

قسط: ۳ از: میر امن دہلوی

( گذشتہ سے پیوستہ ) ایک روز کتاب میں بھی لکھا دیکھا، کہ اگر کسی شخص کو غم یا فکر ایسی لاحق ہو کہ اس کا علاج تدبیر سے نہ ہو سکے تو چاہیے کہ تقدیر کے حوالے کرے اور آپ گورستان کی طرف رجوع کرے، درود طفیل پیغمبر کی روح کے ان کو بخشے، اور اپنے تئیں نیست و نابود سمجھ کر، دل کو اس غفلت دنیوی سے ہوشیار رکھے، اور عبرت سے رو دے، اور خدا کی قدرت کو دیکھے کہ مجھ سے آگے کیسے کیسے صاحب ملک و خزانہ اس زمین پر پیدا ہوئے؟ لیکن آسمان نے سب کو اپنی گردش میں لا کر خاک میں ملا دیا۔ یہ کہاوت ہے۔

چلتی چکی دیکھ کر، دیا کبیرا رو
دو پاٹن کے بیچ آ، ثابت گیا نہ کو

اب جو دیکھیے سوائے ایک مٹی کے ڈھیر کے ان کا کچھ نشان باقی نہیں رہا اور سب دولتِ دنیا گھر بار، آل اولاد، آشنا دوست، نوکر چاکر، ہاتھی گھوڑے چھوڑ کر اکیلے پڑے ہیں۔ یہ سب ان کا کچھ کام نہ آیا، بلکہ ان کا کوئی نام بھی نہیں جانتا کہ یہ کون تھے اور قبر کے اندر کا احوال معلوم نہیں کہ ( کیڑے مکوڑے چیونٹے سانپ ان کو کھا گئے یا) ان پر کیا بیتی اور خدا سے کیسی بنی۔ یہ باتیں اپنے دل میں سوچ کر، ساری دنیا کو پیکھنے کا کھیل جانے، تب اس کے دل کا غنچہ ہمیشہ شگفتہ رہے گا، کسو حالت میں پژمردہ نہ ہوگا۔

یہ نصیحت جب کتاب میں مطالعہ کی، بادشاہ کو خردمند وزیر کا کہنا یاد آیا اور دونوں کو مطابق پایا۔ یہ شوق ہوا کہ اس پر عمل کروں لیکن سوار ہو کر اور بھیڑ بھاڑ لے کر، بادشاہوں کی طرح سے جانا اور پھرنا، مناسب نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ لباس بدل کر رات کو اکیلے مقبروں میں یا کسی مردِ خدا گوشہ نشین کی خدمت میں جایا کروں، اور شب بیدار رہوں، شاید ان مردوں کے وسیلے سے دنیا کی مراد اور عاقبت کی نجات میسر ہو۔

یہ بات دل میں مقرر کر کے ایک روز رات کو موٹے جھوٹے کپڑے پہن کر روپے اشرفی لے کر، چپکے قلعے سے باہر نکلے اور میدان کی راہ کی، جاتے جاتے ایک گورستان میں پہنچے، نہایت صدق دل سے درود پڑھ رہے تھے، اور اس وقت بادِ تند چل رہی تھی، بلکہ آندھی کہا چاہیے۔

ایک بارگی بادشاہ کو دور سے ایک شعلہ سا نظر آیا کہ مانند صبح کے تارے کے روشن ہے۔ دل میں اپنے خیال کیا کہ

اس آندھی اور اندھیرے میں یہ روشنی خالی حکمت سے نہیں۔ یا یہ طلسم ہے کہ اگر پھٹکری اور گندھک کو چراغ میں بتی کے آس پاس چھڑک دیجئے، تو کیسی ہی ہوا چلے، چراغ گل نہ ہوگا۔ یا کسو دلی کا چراغ ہے کہ جلتا ہے، جو کچھ ہوسو ہو، چل کر دیکھا چاہیے، شاید اس شمع کے نور سے میرے بھی گھر چراغ روشن ہو اور دل کی مراد ملے۔ یہ نیت کر کے اس طرف کو چلے۔

جب نزدیک پہنچے، دیکھا تو چار فقیر بے نوا کفنیاں گلے میں ڈالے اور سر زانو پر دھرے، عالم بے ہوشی میں خاموش بیٹھے ہیں اور ان کا یہ عالم ہے جیسے کوئی مسافر اپنے ملک اور قوم سے بچھڑ کر، بے کسی اور مفلسی کے رنج و غم میں گرفتار ہو کر حیران رہ جاتا ہے۔ اسی طرح سے بے چاروں نقشِ دیوار ہو رہے ہیں۔ اور ایک چراغ پتھر پر دھرا ٹمٹما رہا ہے۔ ہرگز ہوا اس کو نہیں لگتی گویا فانوس اس کا آسمان بنا ہے کہ بے خطرے جلتا ہے۔

آزاد بخت کو دیکھتے ہی یقین آیا کہ مقرر تیری آرزو، ان مردانِ خدا کے قدم کی برکت سے بر آوے گی، اور تیری امید کا سوکھا درخت ان کی توجہ سے ہرا ہو کر پھلے گا۔ ان کی خدمت میں چل کر اپنا احوال کہہ اور مجلس کا شریک ہو، شاید تجھ پر رحم کھا کر دعا کریں جو بے نیاز کے یہاں قبول ہو۔ یہ ارادہ کر کے چاہا کہ قدم آگے دھرے۔ وہیں عقل نے سمجھایا کہ اے بے وقوف جلدی نہ کر، ذرا دیکھ لے۔ تجھے کیا معلوم ہے کہ یہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟ اور کدھر جاتے ہیں؟ کیا جانیں یہ دیو ہیں یا غولِ بیابانی ہیں کہ آدمی کی صورت بن کر باہم مل بیٹھے ہیں۔ بہ ہر صورت جلدی کرنا اور اس کے درمیان جا کر مخل خوب نہیں۔ ابھی ایک گوشے میں چھپ کر حقیقت ان درویشوں کی جاننا چاہیے۔

آخر بادشاہ نے یہی کیا کہ ایک کونے میں اس مکان کے چپکا جا بیٹھا کہ کسی کو اس کے آنے کی آہٹ کی خبر نہ ہوئی، اپنا دھیان ان کی طرف لگایا کہ دیکھیئے آپس میں کیا بات چیت کرتے ہیں۔ اتفاقاً ایک فقیر کو چھینک آئی، شکر خدا کا کیا، وہ تینوں قلندر اس کی آواز سے چونک پڑے، چراغ کو اکسایا، ٹھیپ تو روشن تھا، اپنے اپنے بستروں پر حقّے بھر کر پینے لگے۔ ایک ان آزادوں میں سے بولا: اے یارانِ ہمدرد و رفیقانِ جہاں گرد! ہم چار صورتیں آسمان کی گردش سے اور لیل و نہار کے انقلاب سے دربہ در خاک بہ سر ایک مدت پھریں۔

الحمدللہ کہ طالع کی مدد اور قسمت کی یاوری سے آج اس مقام پر باہم ملاقات ہوئی اور کل کا احوال کچھ معلوم نہیں کہ کیا پیش آوے، ایک گت رہیں یا جدا جدا ہو جاویں۔ رات بڑی پہاڑ ہوتی ہے، ابھی سے پڑ پڑ رہنا خوب نہیں۔ اس سے یہ بہتر ہے کہ اپنی اپنی سرگزشت جو اس دنیا میں جس پر بیتی ہو (بشرطیکہ جھوٹ اس میں کوڑی بھر نہ ہو) بیان کرے، تو باتوں میں رات کٹ جائے۔ جب تھوڑی شب باقی رہے تب لوٹ پوٹ رہیں گے۔" سبھوں نے کہا یا ہادی! جو کچھ ارشاد ہوتا ہے۔ ہم نے قبول کیا۔ پہلے آپ ہی اپنا احوال جو دیکھا ہے شروع کیجئے تو ہم مستفید ہوں۔"

طب وصحت

# پپیتا کے فوائد ونقصانات

پپیتا کا شمار ان پھلوں میں کیا جاتا ہے جنہیں مکمل غذا کہا جاتا ہے، کیوں کہ یہ پھل معدنی اجزاء، پروٹین، اور مختلف وٹامنز سے بھرپور ہوتا ہے۔ جتنا زیادہ یہ پھل پکتا جاتا ہے، اتنا ہی اس میں وٹامن سی بڑھتا جاتا ہے۔ طبی ماہرین کے مطابق پپیتا میں بہت سے غذائی اجزاء پائے جاتے ہیں، ایک عام اندازے کے مطابق ایک درمیانے سائز کے پپیتے میں پندرہ گرام کاربوہائڈریٹس، تین گرام فائبر، ایک گرام پروٹین، تینتیس فیصد وٹامن اے، ایک سوستاون فیصد وٹامن سی، گیارہ فیصد پوٹاشیم، اور چودہ فیصد وٹامن بی 9 پایا جاتا ہے۔

پپیتے کو کچا بھی استعمال کیا جاتا ہے، جب کہ کچھ افراد پکے ہوئے پپیتے کو استعمال کرنا پسند کرتے ہیں۔ اسے کسی بھی صورت میں استعمال کیا جائے، اس کی افادیت میں کمی نہیں آئی۔ پپیتے اور اس کے بیجوں میں ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو پیٹ کے کیڑوں کو ختم کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ کچھ تحقیقات کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ سات دن تک پپیتا اور اس کے بیج استعمال سے پیٹ کے کیڑوں کا مکمل طور پر خاتمہ ہو گیا۔

**جلد کی صحت میں بہتری:** پپیتا میں کیروٹین اور لیکوپین وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں، جو جلد کی صحت کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ پپیتے سے نکلنے والا رس سورج سے متاثرہ جلد کو ٹھنڈا رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے، اور جلد کو نئے خلیات بنانے میں بھی مدد فراہم کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کچے پپیتا کا گودا جلد کی بہترین صفائی کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

**ہارٹ اٹیک کے خطرات میں کمی:** ماہرین کے مطابق پپیتے میں ایسی غذائی اجزاء پائے جاتے ہیں جو دل کے دورے کے خطرات کو کم کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

**انتڑیوں کے امراض میں مفید:** کچے پپیتے میں پاپائین نامی جز وافر مقدار میں پایا جاتا ہے جو بدہضمی اور انتڑیوں کی خراش میں بہت مفید ہے۔ پکے ہوئے پپیتے کو باقاعدگی کے ساتھ استعمال کرنے سے بواسیر، دائمی اسہال کو ختم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پپیتے کو قبض کا بہترین علاج بھی سمجھا جاتا ہے۔

**صحت مند جگر:** منشیات کے استعمال یا غذائیت کی کمی کی وجہ سے جگر سکڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ جگر کے اس مرض سے چھٹکارا پانے کے لیے پپیتے کے بیج نہایت مؤثر ثابت ہوتے ہیں۔ جگر کو صحت مند بنانے کے لیے پپیتے کے بیجوں کو کچل کر ایک چائے کا چمچ جوس حاصل کرلیں اور دس قطرے تازہ لیموں کے رس میں شامل کرلیں۔ ہر روز ایک ماہ تک اس نسخے پر عمل کرنے کی وجہ سے جگر کے اس مرض کی علامات میں کمی آتی ہے۔

**ہاضمے میں مددگار:** پپیتے میں موجود پاپائین نامی انزائم پروٹین کے ہاضمے میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

جس کے لیے پکا ہوا پپیتا سب سے زیادہ مفید ہے۔اس کے ساتھ پپیتا پیٹ کے دیگر مسائل کے حل کے لیے بھی مفید ہے۔

کینسر سے بچاؤ: پپیتے کو ایک کیمیائی عناصر لائیکوپین کی وجہ سے کینسر کے خلاف مزاحمت فراہم کرنے میں بہت اہم سمجھا جاتا ہے۔اس پھل کو باقاعدگی کے ساتھ استعمال کرنے سے پھیپھڑوں، لبلبے، معدے، پروسٹیٹ، اور چھاتی کے سرطان سے بچاؤ میں مدد ملتی ہے۔

صحت مند آنکھیں: پپیتے میں پائے جانے والے کیروٹینائڈز آنکھوں کی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔اس کے لئے پپیتے کو باقاعدگی کے ساتھ استعمال کرنا ضروری ہے۔

دمہ کی بیماری سے نجات: پپیتا میں بیٹا کیروٹین جیسے کیمیائی اجزاء پائے جاتے ہیں جو دمہ کی بیماری کے خطرات کو کم کر دیتے ہیں۔اور اگر کوئی دمہ کی بیماری کا شکار ہو تو یہ پھل اس بیماری کی علامات میں کمی لانے کے لیے اہم کردار ادا کرتا ہے۔

وزن میں کمی: اس پھل میں فائبر اور پانی وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے یہ وزن کم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ساتھ ہی پپیتے میں کیلوریز بھی کم پائی جاتی ہیں، اس لیے اسے موٹاپے کا شکار افراد کے لیے مفید سمجھا جاتا ہے۔

ذیابیطس کے مرض میں مفید: ذیابیطس ٹائپ ٹو کے شکار افراد کو فائبر والی غذائیں مفید ہیں، کیوں یہ خون میں گلوکوز اور انسولین کی سطح بہتر بناتی ہیں، پپیتا میں فائبر بھی پایا جاتا ہے، اس لیے یہ ذیابیطس ٹائپ ٹو کے مریض کے لئے مفید ہے۔

ہڈیوں کی مضبوطی میں اضافہ: پپیتے میں ''وٹامن کے'' پایا جاتا ہے، جو جسم کو کیلشیم جذب کرنے میں مدد دیتا ہے اور ہڈیوں کی مضبوطی میں اضافہ کرتا ہے۔ایسے افراد جو ''وٹامن کے'' کی کمی کا شکار ہوں، ان کے لیے پپیتا نہایت مفید ہے۔

پپیتا کھانے کے مضر اثرات: پپیتا جہاں صحت کے لیے فائدہ مند ہے وہیں اس کے کچھ مضر اثرات بھی ہیں۔اس لیے کا زیادہ استعمال صحت کے بہت سے مسائل کا سبب بن سکتا ہے۔اسی طرح یہ پھل ہر کسی کے لیے صحت مند نہیں ہوتا ہے، پپیتا نہ صرف حاملہ خواتین کے لیے، بلکہ ان لوگوں کے لیے بھی نقصان دہ ہو سکتا ہے، جو ہاضمے اور الرجی سے دوچار ہیں۔ پپیتے میں موجود لیٹیکس میں خون پتلا کرنے کی صلاحیت ہو سکتی ہے۔لہذا، اگر آپ خون پتلا کرنے والی کوئی دوا لے رہے ہیں، تو ڈاکٹر سے مشورہ کے بغیر اسے نہ کھائیں۔تمام ریشے دار پھلوں کی طرح، پپیتا بھی اسہال کو بڑھا سکتا ہے۔اگر پپیتا کا زیادہ استعمال کیا جائے، تو یہ آپ کو پانی کی کمی کے خطرے میں ڈال سکتا ہے۔

اگرچہ پپیتا قبض کے لیے ایک موثر قدرتی علاج کے طور پر جانا جاتا ہے، لیکن اس میں فائبر ہوتا ہے، اس لیے اس کا زیادہ استعمال قبض کے مسائل بھی پیدا کر سکتا ہے۔یاد رہے کچا یا ادھ پکا ہوا پپیتا حمل کے دوران استعمال کرنا غیر محفوظ ہو سکتا ہے۔ پپیتے میں موجود انزائم پاپین ایک طاقتور الرجین ہے۔اس لیے پپیتے کا زیادہ استعمال سانس کے بہت سے امراض کو پیدا کر سکتا ہے۔دودھ پلانے والی خواتین کو چاہئے کہ وہ اپنی خوراک میں پپیتا شامل نہ کریں کئی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔

# جامعۃ السعادۃ کیرانہ کی مطبوعات

(۱)تفسیر پارہ عم

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۲)التوحید (دلائل توحید اور رد کفر وشرک پر مدلل ومفصل کتاب)

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۳)مختصر لغات القرآن

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۴)طلاق کا اختیار عورت کو کیوں نہیں

تحریر: حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب۔ ترتیب وتخریج: مولانا محمد صغیر پرتاپ گڑھی

(۵)اسلام کا نظام طلاق (نقل وعقل کی روشنی میں)

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۶)موڈرن عورت اور اسلام

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۷)اسلام کا پیغام انسانیت کے نام

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۸)اسلامی اسباق (برائے دینیات درجہ اول)

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۹)اسلامی اسباق (برائے دینیات درجہ دوم)

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۱۰)اسلامی اسباق (برائے دینیات درجہ سوم)

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

(۱۱)اسلامی اسباق (برائے دینیات درجہ چہارم)

تالیف: مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

# جامعۃ السعادۃ واسعاد البنات کیرانہ

## شاخ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

''جامعۃ السعادۃ'' مغربی یوپی کے مردم خیز قصبہ ''کیرانہ، شاملی'' کا ایک عظیم ومنفرد ادارہ ہے۔ جس کے مقاصد میں سے قرآن وحدیث کی ترویج واشاعت کے ساتھ، ایسے باصلاحیت رجال کار تیار کرنا ہے، جو ملت اسلامیہ کی علمی، دینی اور فکری قیادت کا فریضہ انجام دے سکیں اور اپنی خوابیدہ قوم کو بیدار کرسکیں۔

یہ ادارہ ۱۴۲۸ھ سے علم کی شمع جلانے اور اس کی لو کو تیز کرنے میں مصروف ہے، بچوں اور بچیوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ، عربی، اردو اور انگریزی زبان بولنے ولکھنے کی ان کے اندر صلاحیت پیدا کرنے اور صحیح ڈھنگ سے ان کی تربیت کرنے، نیز عوام الناس میں دینی بیداری پیدا کرنے اور انہیں اسلامی تعلیمات سے واقف کرانے کے لئے اس کے خصوصی تعلیمی وتربیتی پروگرام اور انتہائی علمی ووقیع ماہ نامہ ''تحقیقات اسلامی'' کی پابندی کے ساتھ اشاعت ایسے کارنامے ہیں کہ کم ہی ادارے اس قلیل مدت میں اس منزل کو حاصل کرپاتے ہیں۔ جامعہ کی مستقل اپنی انتہائی خوبصورت ودیدہ زیب دومنزلہ عمارت ہے، جس میں تعلیمی، تربیتی اور دعوتی ۱۴؍شعبے قائم ہیں۔ طلبہ کی ایک کثیر تعداد دارالاقامہ میں مقیم ہے جن کے قیام وطعام اور لباس وفوری علاج کا جامعہ کفیل ہے اور دیگر ہر طرح کی سہولیات انہیں فراہم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

جامعہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ملحق ہے، اور دارالعلوم ندوۃ العلماء ہی کے نصاب کے مطابق ثانویہ اولیٰ سے عالیہ ثانیہ تک کی تعلیم کے ساتھ حفظ مع تجوید، ناظرہ قرآن کریم، دینیات اور حکومت ہند سے منظور شدہ: جامعۃ السعادۃ پبلک اسکول کے تحت درجہ آٹھ تک کی تعلیم ماہر اساتذہ کی نگرانی میں جاری ہے۔

جب کہ بچیوں کی خصوصی تعلیم وتربیت کے لئے علاحدہ سے ''جامعہ اسعاد البنات'' قائم ہے۔ اس کی بھی دومنزلہ انتہائی محفوظ، خوبصورت اور ہر طرح کی سہولیات سے مزین عمارت ہے۔ بچیوں کی نگرانی اور ان کی تعلیم وتربیت کے لئے باصلاحیت عالمائیں مامور ہیں، یہ ادارہ بھی ندوۃ العلماء سے ملحق ہے۔ جس میں ندوہ ہی کے نصاب ونظام کے مطابق از درجہ پرائمری تا دورہ حدیث شریف کی تعلیم جاری ہے، ساتھ ہی کمپیوٹر اور دست کاری (سلائی، کڑھائی، امور خانہ داری) بھی سکھائی جاتی ہے۔

جامعہ کی مستقل آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ مخیّر حضرات سے اپیل ہے کہ صدقات، زکوۃ اور عطیات کی رقوم سے جامعہ کا تعاون فرمائیں۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

محمد عرفان ثاقب قاسمی
محلہ ابراہیم پورہ (آل کلاں) شاملی روڈ، کیرانہ ضلع شاملی۔ یوپی 247774
رابطہ نمبر 09319530768 / 8630449150

# Tehqiqat-e-Islami

Post No. UP/MZN- 86/2015-17   RNI No: upurd/2011/42786
Kairana, Distt. Shamli (U.P) India
E-mail: tahqiqat-eislamia@yahoo.com
Website: www.jamiakairana.com
www.shariyahacademy.com , academy2016web@gmail.com

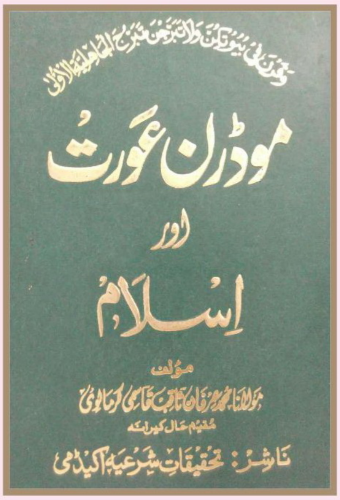


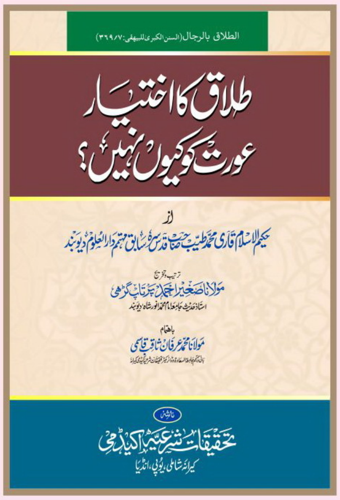


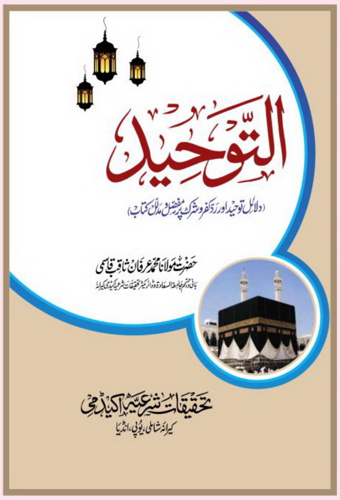

**JAMIATUS SA'ADAH**
Moh.Ibrahim Pura, (Aal Kalan) Shamli Road,
Kairana, Distt. Shamli U.P Pin: 247774
Mob: 09359602830, 09319530768